جلد ۴ جنوری ۱۹۶۳ء شمارہ ۱

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ **انصار اللہ** ربوہ

جنوری سنہ ۱۹۶۳ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ؛ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر :- محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارہ ۱	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	جلد ۴

(۱۵ جنوری ۱۹۶۳ء)

شاہراہِ ترقی پر گامزن رہنے کا قرآنی اصول

محاسبۂ نفس اور اُس کی بنیادی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کو انسانی زندگی کا منتہائے مقصود قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (ذاریات آیت ۵۷) یعنی مَیں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں میرے عبادت گزار بنیں۔ اُس نے اس منتہائے مقصود کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کماحقہ بجا آوری کے ساتھ وابستہ ٹھہرایا ہے اور پھر ان حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اُس نے ایسے تفصیلی احکام دیئے ہیں اور اوامر و نواہی کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر کے قدم قدم پر ایسی ہمہ گیر رہنمائی فرمائی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے بشرطیکہ وہ عزم و ارادہ اور عقدِ ہمّت کے اوصاف سے پوری طرح متصف ہو زندگی کی غرض و غایت کو پورا کر دکھانا چنداں مشکل نہیں رہتا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے انسانی زندگی کی غرض و غایت اور منتہائے مقصود کو واضح کرنے اور اس منتہائے مقصود تک پہنچانے والے جادۂ عمل کو متعیّن کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اُس نے بعض نہایت پُرحکمت احتیاطیں بھی بیان فرمائی ہیں اور مقصد ان احتیاطوں کا یہ ہے کہ ان کو ملحوظ رکھنے کے نتیجہ میں ایک مسلمان مقررہ جادۂ عمل سے بھٹک نہ سکے اور اگر کبھی کسی غفلت یا سُستی کی وجہ سے کسی لغزش کا ارتکاب ہونے لگے تو وہ فوراً سنبھل جائے اور دوبارہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر صحیح خطوط پر اپنی جدوجہد کو جاری رکھ سکے۔ یہ احتیاطیں بھی اپنی نوعیت اور افادیت کے اعتبار سے

اتنی ہی اہم ہیں جتنا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق بنیادی احکام۔ اُن کی اس بنیادی اہمیت کے پیش نظر امروزہ صحبت میں ہم ایک خاص احتیاط پر روشنی ڈال کر اس کی ہمہ گیر اثر انگیزی اور کارفرمائی کو واضح کرتے ہیں۔

وہ نہایت ضروری اور اہم احتیاط یہ ہے کہ اسلام نے جہاں مسلمانوں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کی خاطر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کماحقہٗ بجا آوری کا خاص اہتمام کریں وہاں اُس نے اس امر پر بھی کچھ کم زور نہیں دیا کہ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال پر ہرگز نازاں نہ ہوں بلکہ ہروقت یہ محاسبہ کرتے رہیں کہ آیا اعمال و کردار کے لحاظ سے اُن کا قدم صحیح سمت میں اُٹھ رہا ہے یا نہیں۔ اسنے واضح کیا ہے کہ نفس کا یہ محاسبہ ہر شخص کو اس کی غلطی یا کوتاہی پر ٹوکتا اور خبردار کرتا رہے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس غلطی اور اس کے بُرے اثرات سے محفوظ رہتے ہوئے تعلق باللہ میں آگے ہی آگے قدم بڑھاتا چلا جائے گا اور اس کے بھٹکنے یا گمراہ ہونے کا کبھی سوال پیدا نہ ہوگا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں ایک طرف اُسنے برائیوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی نہایت زوردار الفاظ میں بار بار تلقین فرمائی ہے اور دوسری طرف ساتھ کے ساتھ نفس کا محاسبہ کرنے پر بھی بہت زور دیا ہے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں محاسبہ نفس کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(الحشر آیات ۱۹ / ۲۰)

اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہیئے کہ ہر جان (ہر آن) اس بات پر نظر رکھے کہ اُس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو (اور یاد رکھو کہ) اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ اور اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ سو اللہ نے بھی ان کو اپنی جانوں کا فائدہ بھلا دیا۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو اطاعت سے باہر نکلنے والے (یعنی بے راہ روی اختیار کرنے والے) ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک کی نگاہ ہر آن اس بات پر رہے کہ اُس کے موجودہ اعمال و افعال کیا ہیں اور مستقبل میں ان کا کیا نتیجہ ظاہر ہونیوالا ہے۔ اسی کا نام محاسبہ نفس ہے۔ یعنی ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ ہر آن اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور دیکھتا رہے کہ وہ اپنے اعمال و افعال کے لحاظ سے اپنے لئے آگے کیا بھیج رہا ہے اور اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے نفس کا محاسبہ نہ کرنے کے بُرے نتائج اور خطرناک انجام سے ڈرایا ہے

اور بتایا ہے کہ جو لوگ اِس احتیاط سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ بالآخر خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور اپنے نفع نقصان کو بھلا بیٹھتے ہیں اور بے راہ روی اختیار کر کے خدا کی اطاعت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اِس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کے سابقہ اعمال بھی حبط ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

اِسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے محاسبہ نفس کی اہمیّت پر زور دیتے ہوئے مستقبل کی فکر کرنے اور ایسے اعمال بجا لانے کی تلقین فرمائی ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے اپنی زندگی کے اصل اور حقیقی مقصد میں کامیاب ہو سکیں اور ساتھ ہی اُس نے محاسبہ نفس سے کام لیتے ہوئے اپنی موجودہ اور آئندہ زندگیاں سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ (البقرہ آیت ۲۲۴)

اور اپنے لئے کچھ آگے بھیجو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تم اُس کے روبرو پیش ہونے والے ہو اور (اے رسول) تُو (ایسے مومنوں کو جو پہلے ہی سے آئندہ کا فکر رکھنے والے ہیں) خوشخبری دے۔

اِس آیت میں قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ سے مُراد یہی ہے کہ ابھی سے اپنے نفسوں کا محاسبہ کر کے اِس امر کا جائزہ لیتے رہو کہ تم اپنی آئندہ زندگی کو سنوارنے کے لئے فی الوقت کیا اعمال بجا لا رہے ہو۔ ایسے لوگوں کو جو پہلے ہی سے آئندہ کی فکر رکھنے والے ہوں خدا نے بشارت دی ہے کہ وہ بہرحال کامیاب ہوں گے اور جب قیامت کے روز اپنے مولیٰ کے روبرو پیش ہوں گے تو انہیں کسی قسم کی خجالت اور شرمندگی اٹھانی نہیں پڑے گی بلکہ وہ یہ دیکھ کر کہ ان کا خدا ان سے راضی ہے خوش ہوں گے۔

محاسبہ نفس کی اِس بنیادی اہمیّت کے پیشِ نظر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کو اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے رہنے کی بار بار تلقین فرماتے تھے اور نہایت پُرحکمت طریق پر نئے نئے پیرائے میں انہیں یہ باور کراتے تھے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر آن اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے رہیں اور دیکھتے رہیں کہ وہ اعمال و کردار کے ذریعہ سے اپنے لئے کس قسم کا مستقبل تیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ جمعہ کے دوران صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محاسبہ نفس کی پُرزور تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

حَاسِبُوْٓا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَمَهِّدُوْا لَهَا قَبْلَ اَنْ تُعَذَّبُوْا۔

حسابِ خداوندی سے پہلے اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کر لو اور عذاب سے پہلے اس دن کیلئے راستہ تیار کر لو

وَتَزَوَّدُوْا لِلرَّحِيْلِ قَبْلَ اَنْ تُزْعَجُوْا۔ فَاِنَّمَا هُوَ مَوْقِفُ عَدْلٍ وَّ قَضَاءِ حَقٍّ وَّلَقَدْ اَبْلَغَ فِي الْاِعْذَارِ مَنْ تَقَدَّمَ فِي الْاِنْذَارِ۔ (خطباتِ نبوی ص۵۲)

اور وقت سے پہلے کوچ کا سامان مہیا کر لو۔ کیونکہ وہ عدل و انصاف اور فیصلۂ برحق کا مقام ہے۔ جس نے پہلے سے ڈرا دیا اس نے کسی قسم کی کوتاہی کئے بغیر اپنا فرض ادا کر دیا۔

اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تم سے حساب لے تم خود ہی اپنے نفسوں اور اعمال کا محاسبہ کر کے اپنی ہر کجی کو دور کر لو یعنی قبل اس کے کہ موت آ کر اعمال کے سلسلہ کو ختم کر دے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنا محاسبہ کر کے صحیح جادۂ عمل پر گامزن ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ موت کا معیّن وقت کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ انسان کی موت کسی وقت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت اور تلقین کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اور ہر آن اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اصلاحِ اعمال کی فکر میں لگا رہے۔ اسی طرح وہ اپنے مستقبل اور اپنی آخرت کو سنوار سکتا ہے۔ اگر انسان ذرا بھی غافل ہوا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی تو پھر بجز حسرت کے اور کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ انداز میں لوگوں کو محاسبۂ نفس کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ انسان کو سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ وہ ہر آن دو خوفناک حالتوں میں گھرا ہوا ہے ایک ماضی اور ایک مستقبل۔ ماضی اس لحاظ سے خطرناک ہے کہ نہ معلوم ماضی میں کئے ہوئے اعمال قبول ہوتے ہیں یا نہیں اور مستقبل اس لحاظ سے خطرناک ہے کہ نہ معلوم مستقبل میں عمل کی توفیق ملتی ہے یا نہیں۔ محاسبہ کا اصل موقع وہی وقت ہے جس میں سے انسان گزر رہا ہوتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ زمانۂ حال میں یعنی اُس وقت میں جس میں سے وہ گزر رہا ہے اپنے نفس کا محاسبہ کر کے نیک اعمال بجا لانے میں کوشاں رہے۔ اسی طرح وہ اپنے مستقبل یعنی آئندہ زندگی کے لئے توشہ مہیّا کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوْا اِلٰى مَعَالِمِكُمْ وَاِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوْا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ بِهٖ۔ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ قَاضٍ فِيْهِ۔ فَلْيَاْخُذِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ، وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ وَ

لوگو! تمہارے لئے شرعی حدود مقرر ہو چکی ہیں، پس اُن تک پہنچ کر تمہیں رُک جانا چاہیئے اور تمہارے لئے عالمِ آخرت ایک منتہیٰ ہے۔ پس تم عمل صالح کر کے وہاں پہنچو۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپکو دو خوفناک حالتوں میں گھرا ہوا سمجھے ایک گزری ہوئی حالت کہ نہ معلوم خدا سابقہ اعمال کو قبول فرماتا ہے کہ نہیں اور ایک آنیوالی حالت معلوم نہیں اُس وقت عمل صالح کی فرصت ملتی ہے یا نہیں۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے اپنا توشہ تیار کرلے

مِنَ الشَّيْبَةِ قَبْلَ الْكِبَرِ، وَمِنَ الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَوْتِ - فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَابَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَّلَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِالنَّارُ۔

(خطباتِ نبوی صفحہ ۲۹، ۳۰)

فکر کرے اور دنیا میں رہ کر اپنی عاقبت سنوار لے بڑھاپے سے پہلے جوانی میں، اور موت سے پہلے زندگی میں عمل صالح بجالائے پس قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مر چکنے کے بعد عتاب اور خجالت دُور کرنے کا کوئی موقع نہ ملے گا اور نہ دنیا کے بعد جنّت یا دوزخ کے سوا کوئی تیسرا ٹھکانا ہوگا۔

طوالت کے خوف سے ہم نے یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف دو احادیث ہی درج کی ہیں ورنہ کتب احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال بکثرت ملتے ہیں جن میں حضور نے نہایت ہی پُراثر و پُرمعارف انداز میں محاسبۂ نفس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے زیرِ اثر نیک اعمال بجا لانے میں مداومت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ سب احادیث علم و دانش اور حکمت و موعظت کا بیش بہا خزینہ ہیں جن کے مطالعہ سے روح پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور یہ حقیقت منکشف ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ بلاشبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال قوتِ قدسی کے طفیل محاسبۂ نفس کی یہ صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں انقلابِ عظیم رونما کرنے کا موجب بنی اور وہ روحانیت میں ترقی کر کے کہیں سے کہیں جا پہنچے حتّٰی کہ ان کا وجود آسمانِ روحانیت کے درخشندہ ستاروں کی حیثیت اختیار کر گیا اور وہ ایک جہان کو راہِ راست پر لانے کا وسیلہ ٹھہرے۔

اِس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے احیاءِ اسلام کی غرض سے جب حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کو مسیحِ موعود کے منصب پر فائز فرمایا اور اصلاحِ خلق اور سربلندیٔ اسلام کے لئے آپ کو کھڑا کیا تو آپ نے جہاں انسانی زندگی کی غرض و غایت اور اس کے حصول کے وسائل کو پوری شدومد کے ساتھ پیش فرمایا وہاں آپ نے اُن احتیاطوں کو بھی ازسرِنو ذہن نشین کرایا جو اسلام کی مقرر کردہ راہِ عمل پر گامزن رہنے میں ممد ثابت ہوسکتی تھیں۔ چنانچہ اِس ضمن میں آپ نے محاسبۂ نفس کی عادت کو اپنے اصحاب میں ایسا راسخ کیا کہ آپ کی قوتِ قدسی کی بدولت ان کے لئے عمل و کردار کے مخصوص راستہ پر گامزن ہو کر تعلق باللہ میں ترقی کرنا قطعاً مشکل نہ رہا اور اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا مصداق یہ خوش بخت گروہ دیکھتے ہی دیکھتے اِس اوجِ کمال کو جا پہنچا کہ دنیا حیرت زدہ ہو کر عش عش کر اُٹھی۔ محاسبۂ نفس کے تعلق میں آپ کے یہ مواعظِ حسنہ اِس قدر اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اگر قرآن مجید اور احادیث نبوی کے ساتھ ساتھ ہم ان کا بھی بغور مطالعہ کریں اور ان کے مالہٗ وماعلیہ پر غور کر کے خدا سے عمل کی توفیق چاہیں تو آج ہمارے لئے بھی اسلام کے مقرر کردہ جادۂ عمل پر گامزن رہنا اور حقیقی عبودیت کی منزلِ مقصود کو پالینا آسان ہی نہیں بلکہ بہت آسان ہوسکتا ہے۔ ذیل میں ہم آپ کے ان مواعظِ حسنہ کے بعض اقتباسات درج کرتے ہیں۔ آپ محاسبۂ نفس کی اہمیت کو ایک نہایت ہی لطیف مثال سے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔

سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۲۷)

آپ نے محاسبۂ نفس کی تلقین کے علاوہ اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ محاسبۂ نفس کا معیار کیا ہونا چاہیئے چنانچہ نہایت پُر درد اور مسحور کُن انداز میں فرماتے ہیں :-

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۷)

سو گویا تقوی اللہ اور اس کے زیرِ اثر محاسبۂ نفس کا معیار یہ ہے کہ ہر صبح رات کے بارہ میں اور ہر شام دن کے بارہ میں گواہی دے کہ تمہارا ایک ایک لمحہ نفس کا محاسبہ کرنے اور اس کی اصلاح کرنے میں ہی بسر ہوا ہے اور کسی قسم اور کسی نوع کی بے راہ روی تمہارے قریب بھی نہیں بھٹکی ہے۔ اللہ! اللہ! محاسبۂ نفس کا کتنا ارفع و اعلیٰ معیار آپ نے پیش فرمایا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ جو اس معیار پر پورا اُترنے کی کوشش کرے گا وہ زندگی کے اصل مقصد کو ضرور پالے گا اور بالآخر پورے انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکے گا کہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العالمین۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو محاسبۂ نفس سے غافل ہو کر خدا کو بھول جانے والوں کو فاسق قرار دیا ہے اور اُنہیں بُرے انجام سے ڈرایا ہے اور دوسری طرف نفس کا محاسبہ کرنے والوں کو کامیابی اور جنّت کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ آپ بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

(۱) "جو شخص دنیا سے دل نہ لگاوے اور اپنی حالت پر نظر کرے اور اپنے قصوروں کا تدارک چاہے خدا تعالیٰ اس کو بصیرت بخش دیتا ہے ورنہ بل ران علیٰ قلوبھم ماکانوا یکسبون کا مصداق ہو جاتا ہے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۷۳)

(۲) "اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے

سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ موردِ غضبِ الٰہی ہوگا۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۳) "ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے محض زبانی دعویٰ کرتی ہے تو وہ غنی ہے پرواہ نہیں کرتا ...... پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۴) "مومن فراست کے ساتھ اپنے نفس کا چابک سوار ہوتا ہے (یعنی ہر آن اپنے نفس کا محاسبہ کر کے اس کی اصلاح کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے۔ ناقل) خدا کی طرف سے اس کو نور ملتا ہے جس سے وہ راہ پاتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتّقوا فراست المؤمن فانّه ینظر بنور اللّٰہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" (روئداد جلسہ دعا مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء)

اِن سب اقتباسات میں آپ نے انفرادی محاسبۂ نفس پر زور دیا ہے یعنی یہ کہ ہر شخص خود اپنے نفس کا محاسبہ کر کے اس کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتا رہے اور اس طرح نیکیوں میں ترقی کرنے کی کوشش کرے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اجتماعی محاسبہ پر بھی کچھ کم زور نہیں دیا یعنی یہ کہ ایک خاص نظام کے ماتحت جماعتی سطح پر بھی یہ محاسبہ کرنا ضروری ہے کہ آیا جماعت بحیثیتِ مجموعی اعمال و کردار کے لحاظ سے مسابقت فی الخیرات کی روح سے کام لیتے ہوئے اپنے قیام کی علّتِ غائی کو پورا کر رہی ہے یا نہیں۔ اجتماعی محاسبہ کے تعلق میں آپ نے اس امر کو ضروری قرار دیا ہے کہ اگر کچھ لوگ ایسے نظر آئیں جو اپنی اصلاح پر کسی طور آمادہ نہ ہوں اور بدی اور شرارت میں اس درجہ آگے بڑھ چکے ہوں کہ ان کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو پھر آخری چارۂ کار کے طور پر ایسے اشخاص کو جماعت سے الگ کر دینا چاہیئے تاکہ وہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالنے اور جماعت کو بدنام کرنے کا موجب نہ بن سکیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"مَیں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اَور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سُنیں گے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرائض کو عمداً ضائع

کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔"

(اشتہار رقم فرمودہ ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے اقتباسات سے ظاہر ہے کہ صحیح راہِ عمل پر گامزن رہنے اور زندگی کے حقیقی مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے محاسبہ نفس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر آن اپنا محاسبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح میں کوشاں رہے بلکہ خود جماعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ افراد کا محاسبہ کر کے ان کے افعال و کردار اور اجتماعی مزاج کا جائزہ لیتی رہے اور پھر ان کی اصلاح کے لئے اقدامات عمل میں لائے اور آخری چارہ کار کے طور پر اگر بعض ناقابلِ اصلاح افراد کو جماعت سے علیحدہ بھی کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے۔ سو گویا دنیا میں کامیاب و بامراد زندگی گزارنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے محاسبہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی جماعت اور کوئی قوم دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

ہر چند کہ مغربی اقوام مادیت میں سر سے پاؤں تک ڈوبی ہوئی ہیں اور روحانی اقدار کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتیں اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے جماعتی محاسبہ کے اس اسلامی اصول کو اپنا کر دنیوی طور پر اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے ہاں وقفہ وقفہ سے لوگوں کی خواہشات، طبعی میلانات، افکار و خیالات، اور اعمال و کردار کا جائزہ لے کر یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ قوم بحیثیتِ مجموعی کس طرف جا رہی ہے، آیا اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے یا تنزل کی طرف، آئندہ نسل قومی ورثہ کو سنبھالنے اور قومی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اصلاحِ احوال کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ امریکہ ہی کی مثال لے لیجئے وہ اِس وقت دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مالدار ترین قوم ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں اُس نے جو ترقی کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بحیثیتِ مجموعی امریکی قوم تنزل کی طرف جا رہی ہے۔ گزشتہ سال وہاں نہایت وسیع پیمانے پر اس امر کا جائزہ لیا گیا تھا کہ بے پناہ مادی ترقی اور دولت کی بے اندازہ فراوانی کا امریکی نوجوانوں کے طبعی میلانات اور قومی اوصاف پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔

یہ جائزہ وہاں کی حکومت نے نہیں بلکہ وہاں کے مشہور اخبار " دی سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ " (The Saturday Evening Post) نے اپنے طور پر لیا تھا۔ اس نے اپنے عملۂ ادارت کے دو ممتاز اراکین ڈاکٹر جارج گیلپ اور مسٹر ایون ہل کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ انہوں نے بعض ماہرین نفسیات کی مدد سے قریباً دو سَو سوالات مرتب کئے اور پھر امریکہ کی تمام ریاستوں کا دَورہ کر کے سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے قریباً تین ہزار لڑکوں اور لڑکیوں سے ملاقات کی۔ ان طلبہ نے ان کے مرتب کردہ سوالات کے جو جواب دیئے ان کی روشنی میں انہوں نے " امریکی نوجوان" (American Youth) کے زیر عنوان ایک مبسوط مقالہ مرتب کیا جس میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی کہ امریکہ کی نئی نسل جس پر آئندہ چل کر قوم کا سب بار پڑنے والا ہے کیا سوچ رہی ہے، اس میں کیا کیا خوبیاں ہیں، اور کون کون سی برائیاں اس میں گھر کر چکی ہیں۔ یہ نہایت درجہ قیمتی مضمون "سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ" کی ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا اور سارے ملک میں بے حد دلچسپی کے ساتھ پڑھا گیا۔ حکومت بھی اور عوام بھی یہ معلوم کر کے حیران رہ گئے کہ نئی نسل ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جا رہی ہے۔ ہم اس مضمون کے ایک ضروری اقتباس کا ترجمہ یہاں درج کرتے ہیں انہوں نے لکھا:-

"ہمارا امریکی نوجوان کسی بڑی ناکامی کا خطرہ مول لینے کی بجائے گھٹیا قسم کی کامیابی پر قناعت کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس میں خطرات مول لے کر مہم سر کرنے کا جذبہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ بہت جلد شادی کرنے کا متمنی ہے۔ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کالج کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد بیس اور حد ہے چوبیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہو جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے زیادہ سے زیادہ دو یا تین بچے ہوں اور ایک محبت کرنے والی، خاطر داری کے وصف کی حامل، ہمدرد اور بااخلاق بیوی کی رفاقت اسے حاصل ہو۔ شاذ ہی کوئی نوجوان ہوگا جو ذہین، غور و فکر سے کام لینے اور ترقی کی امنگ رکھنے والی بیوی کا متمنی ہو۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا چھوٹا سا اپنا ایک مکان ہو، سستی قسم کی ایک نئی کار کا وہ مالک ہو، کسی بڑی فرم یا کمپنی کی ملازمت اسے حاصل ہو، اور اسے اتنی فرصت ضرور میسر ہو کہ رات کے وقت جب بچے سو جائیں تو وہ گھر میں بیٹھ کر ٹیلیویژن سے لطف اندوز ہو سکے۔ امریکی نوجوان محب وطن ہوتا ہے لیکن بزدل قسم کا محب وطن۔ وہ توقع رکھتا ہے کہ اس کی اپنی زندگی میں اسے ایٹمی جنگ سے دو چار ہونا پڑے گا تاہم

وہ عالمی جنگ کا خطرہ مول لینے کی بجائے مفاہمت کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ یوں تو بے حد مذہبی واقع ہوا ہے لیکن بے ایمانی کے طریقے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ وہ مزید دولت کمانے کی خواہش بھی نہیں رکھتا کیونکہ اس کے پاس پہلے ہی بہت کچھ ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اُسے داؤ پر لگا دے۔ وہ خاصی حد تک قدامت پسند اور محتاط واقع ہوا ہے۔ وہ اپنے وقت سے پہلے ہی بوڑھا ہو جاتا ہے اور تیرہ سے انیس سال کی عمر کے دَوران یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ چکا ہے۔

اگرچہ اس کی نگاہ میں تعلیم کی بہت قدر و منزلت ہے لیکن وہ اس پر نکتہ چینی بھی کرتا ہے جیسا کہ مذہب کے بارہ میں وہ بہت نکتہ چین واقع ہوا ہے۔ وہ اُس اقتصادی نظام سے بالکل نابلد ہے جس نے اسے وہ کچھ بنایا ہے جو کچھ کہ وہ ہے اور وہ اُس نظام کی بھی کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا جو اس کے اپنے نظام کے لئے خطرہ کا باعث بنا ہوا ہے۔

عام طور پر امریکی نوجوان میں پریشانی اور مایوسی کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے۔ اِس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کی بغاوت کی طرف مائل ہو یا کسی قسم کے جہاد میں اپنے آپ کو اُلجھائے۔ جس اندازِ زیست کا وہ عادی ہے اسے وہ پسند کرتا ہے اور اس کے اپنے حالات جیسے بھی کچھ ہیں ان میں وہ تبدیلی نہیں چاہتا۔ امریکہ نے لڑکے اور لڑکیوں کی ایک شریف نسل کو پروان چڑھایا ہے۔ وہ وہی کچھ ہیں جو کچھ ہم نے انہیں بنایا ہے حالانکہ اکثر ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں بن سکے جیسا کہ ہم انہیں بنانا چاہتے تھے۔ ایک دن قوم کی قسمت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں ہو گی۔ امریکہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ دنیا ایک شریف نسل کو اپنے پیروں تلے روندے گی۔

بلا شبہ قوم میں ٹڈ سوائٹزر (ایک طالب علم کا نام) جیسے محنتی، جفاکش اور باہمّت نوجوان بھی ہیں لیکن ایسے نوجوان ملک میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں اور دُور و دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں.......

امریکی والدین صاف الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ وہ نئی نسل کو اُس پر تو از نشات

کی بوچھاڑ کر کے تباہ کر رہے ہیں۔ وہ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں اور اس پر افسوس کا اظہار بھی لیکن پھر بھی اُس پر آسائشوں اور نوازشات کی بھرمار کرتے چلے جاتے ہیں۔"

(دی سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۱ء صفحات ۲۴ تا ۸۰)

امریکی نوجوانوں کے افکار و خیالات، رجحان و میلانات اور عمل و کردار کا یہ جائزہ بحیثیت مجموعی ہرگز حوصلہ افزا نہیں ہے لیکن یہ صورتِ حال پردۂ اخفا میں ہی رہتی اگر اس قدر وسیع پیمانے پر اس کا جائزہ لینے اور اصل حقائق معلوم کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ قوم برابر گرتی چلی جاتی۔ لیکن اس جائزہ کے بعد سے امریکہ میں نوجوانوں کی حالت کو سدھارنے کی نہ جانے کیا کچھ مساعی عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر اور پیمانۂ قدر یقیناً اسلام سے یکسر مختلف ہے تاہم وہ جو کچھ بھی ہے اس کی روشنی میں وہ نوجوانوں کی حالت کو سدھارنے کی فکر ضرور کر رہے ہیں تاکہ بے انتہا مادی ترقی اور دولت کی بے اندازہ فراوانی کی وجہ سے نوجوانوں میں تن آسانی کی جو مہلک رَو چل نکلی ہے اسے کسی طرح روکا جا سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جماعتی محاسبہ جس پر اسلام نے بہت زور دیا ہے شاہراہِ ترقی پر گامزن رہنے کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ اگرچہ مغربی اقوام، اسلام میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کے باوجود، ابھی اسلام سے کوسوں دُور ہیں پھر بھی ترقی کے اس اسلامی اصول کو اپنا کر وہ اپنے رنگ میں اس سے بے حد فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔

اِن حالات میں ہمارے لئے انتہائی غور کا مقام ہے کہ جب دنیوی ترقی کی یک طرفہ دَوڑ میں مغربی اقوام اسلامی اصولوں کو اپنا کر اپنے رنگ میں ان سے فائدہ اٹھا رہی ہیں تو ہم جو اِس زمانہ میں حقیقی اسلام کے علمبردار ہیں اور اسے دنیا میں سربلند کرنے کے لئے ہم نے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے انفرادی اور اجتماعی محاسبہ سے متعلق اسلام کے تاکیدی حکم پر کماحقّہ عمل پیرا ہو کر کیوں نہ اس سے حقیقی رنگ میں فائدہ اٹھائیں۔ اس کے نتیجے میں خدا نے ہم کو صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے، تعلق باللہ میں ترقی کرنے اور اس طرح زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کر لینے کی ضمانت دی ہے۔ یہ وہ فوزِ عظیم ہے جس کے آگے محض دنیوی ترقی جس کے لئے مغربی اقوام حد سے زیادہ حریص واقع ہوئی ہیں پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر یہ فوزِ عظیم ہمیں حاصل ہو جائے تو دنیا ہاتھ جوڑ کر خود ہمارے قدموں میں آ گرے گی۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر آن اِس امر پر نگاہ رکھیں کہ ہم کل کے لئے کیا آگے بھیج رہے ہیں اور اِس امر کو کبھی فراموش نہ ہونے دیں کہ ہم دو خوفناک حالتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہیں، ایک ماضی کا خوف کہ نہ معلوم ہمارے گزشتہ اعمال خدا کے ہاں مقبول ٹھہرے

یا نہیں، اور ایک مستقبل کا خوف کہ نہ معلوم ہمیں آئندہ نیک اعمال بجالانے کی توفیق ملتی ہے یا نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم فی الوقت جس زمانہ میں سے گزر رہے ہیں اُس میں اپنے نفسوں کا محاسبہ کر کے نیک اعمال بجالانے میں منہمک رہیں اور اپنے پائے ثبات میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آنے دیں۔ ہم سچ مچ اپنے مخفی خیالات اور مخفی میلانات اور مخفی ملکات کا بالکل اسی طرح جائزہ لیتے رہیں جس طرح پان کھانے والا پانوں کو بار بار پلٹتا ہے اور گلے ہوئے حصوں کو کاٹ کر انہیں خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ اور ہم ایسے ہی کھرے، صاف اور سیدھے ہو جائیں کہ ہر صبح ہمارے لئے گواہی دے کہ ہم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر شام ہمارے لئے گواہی دے کہ ہم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ یقیناً اسی میں ہماری تمام تر کامیابی کا راز مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید، احادیث نبوی، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیش بہا نصائح کی روشنی میں اپنے نفسوں کا ہر آن محاسبہ کرنے اور اصلاح نفوس کے ذریعہ ہر آن اسلام کے مقرر کردہ جادۂ عمل پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ہمیں اِس قابل بنائے کہ اجتماعی محاسبہ کے بلند معیار پر بھی ہم ہمیشہ ہی پورے اُترتے چلے جائیں تا اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت ہمارے شامل حال ہو کر ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب و فائز المرام کر دے۔ آمین یا ارحم الراحمین +

غفلت کی حالت میں زندگی بسر مت کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو ..... استغفار کرتا رہے ....

غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔" (البدر ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ کے خاص دوستوں کی بیس۲۰ علامات

خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو ان تمام آثار سے حصہ عطا فرمایا ہے!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔ لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقربین اور اس کے دوستوں میں کیا اخلاق اور عادات اور علامات ہوتی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ ہم ان کو اپنے اندر پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی محبت کو زیادہ سے زیادہ جذب کر سکیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اللہ تعالیٰ کے خاص دوستوں کی بیس۲۰ علامات بیان فرمائی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں تاکہ احباب ان پر غور کریں اور زیادہ سے زیادہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ (ادارہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کے خاص دوستوں کی یہ علامتیں ہیں کہ :-

(۱) ایک خالص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

(۲) ان کے دلوں پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس سے وہ دقائق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ یار قدیم آزردہ ہو جائے۔

(۳) اُن کو خارق عادت استقامت دی جاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔

(۴) جب ان کو کوئی بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لئے غضب اس ذات قوی کا جو ان کا متولّی ہے یک دفعہ بھڑکتا ہے۔

(۵) جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس پر ایک خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۶) ان کی دعائیں بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کس قدر قبول ہوئیں۔

(۷) ان پر اکثر اسرارِ غیب ظاہر کئے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں ان پر کھولی جاتی ہیں۔ اگرچہ اور مومنوں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اوّل پر ہوتے ہیں۔

(۸) خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کا متولّی ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اس سے بھی زیادہ نگاہِ رحمت ان پر رکھتا ہے۔

(۹) جب ان پر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس وقت دو طور میں سے ایک طور کا ان سے معاملہ ہوتا ہے یا خارقِ عادت کے طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے اور یا ایک ایسا صبرِ جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔

(۱۰) ان کی اخلاقی حالت ایک ایسے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خودپسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگ دلی سب دور ہو جاتی ہے اور انشراحِ صدر اور بشاشت عطا کی جاتی ہے۔

(۱۱) ان کی توکل نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور اس کے ثمرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

(۱۲) ان کو اعمالِ صالحہ کے بجالانے کی قوت دی جاتی ہے جبکہ دوسرے ان میں کمزور ہوتے ہیں۔

(۱۳) ان میں ہمدردیٔ خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش ان میں خلق اللہ کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے۔

(۱۴) خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب سنی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے اور ان کی رُوح کو خدا تعالیٰ کی رُوح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اسلئے حضرت احدیّت میں ان کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جس کو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہنچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلّتیں اٹھا کر پھر تاجِ عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور اکیلے ہو کر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں، وہ یہی راز وفاداری ہے جیسکے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اس کو ڈھیلا کر سکتا ہے۔ السلام علیھم من اللہ وملائکتہ ومن الصلحاء اجمعین۔

(۱۵) پندرھویں علامت ان کی علم قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کے معارف اور حقائق اور لطائف جس قدر ان لوگوں کو دئے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دئے جاتے۔ یہ لوگ وہی مطہّرون ہیں جن کے حق میں اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے لایمسّہٗ الّا المطھّرون۔

(۱۶) ان کی تقریر و تحریر میں اللہ جلّ شانہٗ ایک تاثیر دیتا ہے جو علماءِ ظاہری کی تحریروں اور تقریروں سے نرالی ہوتی

ہے۔ اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے۔ اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔

(۱۷) ان میں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ایک خاص طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے چہروں پر عشق الٰہی کا ایک نور ہوتا ہے۔ جو شخص اس کو دیکھ لے اس پر نار جہنم حرام کی جاتی ہے۔ ان سے ذنب اور خطاء بھی صادر ہو سکتا ہے مگر ان کے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب اور خطاء کو بھسم کر دیتی ہے۔ اور ان کی خطاء ٹھہرنے والی چیز نہیں بلکہ اُس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ سو ان کا نکتہ چین ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

(۱۸) خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرتا اور ذلّت و خواری کی مار ان پر نہیں مارتا کیونکہ وہ اسکے عزیز اور اس کے ہاتھ کے پودے ہیں۔ ان کو اس لئے بلندی سے نہیں گراتا کہ تا ہلاک کرے بلکہ اس لئے گراتا ہے تا ان کا خارق عادت طور پر بچ جانا دکھاوے۔ ان کو اس لئے آگ میں دھکا نہیں دیتا تا ان کو جلا کر خاکستر کر دیوے بلکہ اس لئے دھکا دیتا ہے تا لوگ دیکھ لیویں کہ پہلے تو آگ تھی لیکن اب کیسا خوشنما گلزار ہے۔

(۱۹) ان کو موت نہیں دیتا جب تک وہ کام پورا نہ ہو جائے جس کے لئے وہ بھیجے گئے ہیں۔ اور جب تک پاک دلوں میں ان کی قبولیّت نہ پھیل جائے تب تک البتہ سفر آخرت ان کو پیش نہیں آتا۔

(۲۰) ان کے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک ان کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر نظر رحمت رکھتا ہے اور ان کا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

یہ آثار اولیاء الرحمٰن ہیں اور ہر ایک قسم ان میں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کی طرح جلوہ دکھاتی ہے مگر اس کا ظاہر کرنا خدا تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے۔

اب یہ عاجز بحکم و اَمّا بنعمۃ ربّک فحدّث اِس بات کے اظہار میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتا کہ خداوند کریم و رحیم نے محض فضل و کرم سے اِن تمام امور سے اِس عاجز کو حصّہ وافر دیا ہے اور اس ناکارہ کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا اور نہ بغیر نشانوں کے مامور کیا بلکہ یہ تمام نشان دئے ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوں گے اور خدا تعالیٰ جب تک کھلے طور پر حجّت قائم نہ کرے تب تک ان نشانوں کو ظاہر کرتا جائے گا۔ اور یہ جو کہا کہ تمہارے وجود سے ہمیں کیا فائدہ؟ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شخص مامور ہو کر آسمان سے آتا ہے اس کے وجود سے علی حسب مراتب سب کو بلکہ تمام دنیا کو فائدہ ہوتا ہے اور درحقیقت وہ ایک روحانی آفتاب نکلتا ہے جس کی کم و بیش دُور دُور تک روشنی پہنچتی ہے۔ اور جیسی آفتاب کی مختلف تاثیریں حیوانات و نباتات و جمادات اور ہر ایک قسم کے جسم پر پڑ رہی ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو اُن تاثیروں پر باستیفا علم رکھتے ہیں اسی طرح وہ شخص جو مامور ہو کر آتا ہے تمام طبائع اور اطراف و اکناف عالم پر اس کی تاثیریں پڑتی ہیں اور جبھی سے کہ اس کا پُر رحمت تعیّن آسمان پر ظاہر ہوتا ہے آفتاب کی کونوں کی طرح

فرشتے آسمان سے نازل ہونے شروع ہوتے ہیں اور دنیا کے دُور دُور کناروں تک جو لوگ راستبازی کی استعداد رکھتے ہیں ان کو سچائی کی طرف قدم اٹھانے کی قوت دیتے ہیں اور پھر خود بخود نیک نہاد لوگوں کی طبیعتیں سچ کی طرف مائل ہوتی جاتی ہیں۔ سو یہ سب اس ربانی آدمی کی صداقت کے نشان ہوتے ہیں جس کے عہد ظہور میں آسمانی قوتیں تیز کی جاتی ہیں۔ سچی وحی کا خدا تعالیٰ نے یہی نشان دیا ہے کہ جب وہ نازل ہوتی ہے تو ملائک بھی اس کے ساتھ ضرور اُترتے ہیں اور دنیا دن بدن راستی کی طرف پلٹا کھاتی جاتی ہے۔ سو یہ عام علامت اُس مامور کی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور خاص علامتیں وہ ہیں جو ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔"

(ازالہ اوہام صفحات ۴۴۴ تا ۴۵۰)

تحدیثِ نعمت سے کیا مراد ہے؟

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیئے۔ اِس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے اور اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنے نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیئے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اِس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صـ۴۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

بزرگ خوبیوں والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَكَمْ اٰيَةٍ لَكَ فِيْ عِبَادٍ حَمِدْتَّهُمْ وَلَا سِيَّمَا عَبْدٌ تُسَمِّيْهِ اَحْمَدَا

(اے خدا!) جن لوگوں کی تُو نے تعریف کی ہے ان میں تیرے بہت سے نشان ہیں۔ خاص کر اُس بندہ میں جس کا تُو نے احمد نام رکھا ہے

لَهٗ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ غَلْيُ مِرْجَلٍ وَفَاقَ قُلُوْبَ الْعَالَمِيْنَ تَعَبُّدَا

اپنے رب کی عبادت میں آپؐ کے اندر ہنڈیا کا سا جوش تھا۔ اور آپؐ عبادت کے لحاظ سے سب مخلوق کے قلوب پر فائق تھے۔

وَمِنْ وَّجْهِهٖ جَلّٰى بَعِيْدًا وَّاَقْرَبَا وَاَصَابَ وَابِلُهٗ تِلَاعًا وَّجَدْجَدَا

اپنے چہرہ سے آپؐ نے قریب و بعید کو منوّر کر دیا۔ اور آپؐ کی بارش نشیب و فراز سب کو پہنچی۔

لَهٗ اٰيَتَا مُوْسٰى وَرُوْحُ ابْنِ مَرْيَمَ وَعِرْفَانُ اِبْرَاهِيْمَ دِيْنًا وَّمَرْصَدَا

آپؐ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دونوں نشان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ملی۔ اسی طرح دین اور صراط مستقیم کی وجہ سے آپؐ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عرفان دیا گیا

وَكَانَ الْحِجَازُ وَمَا سِوَاهُ كَمَيِّتٍ شَفِيْعُ الْوَرٰى اَحْيَا وَاَدْنَى الْمُبَعَّدَا

حجاز اور اس کے سوا دوسرے ممالک (روحانی لحاظ سے) مُردہ کی مانند تھے مخلوق کے شفاعت کنندہ نے انہیں زندہ کیا اور (خدا سے) دُور (لوگوں) کو (خدا کے) قریب کر دیا

وَاَتٰى بِصُحُفِ اللّٰهِ لَا شَكَّ اَنَّهَا كِتَابٌ كَرِيْمٌ يَرْفِدُ الْمُسْتَرْفِدَا

اور آپؐ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا کلام لائے ہیں جو خوبیوں سے بھرپور کتاب ہے اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کرتی ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ ذُلًّا لِتَعْظِيْمِ شَاْنِهٖ فَيُعْطٰى لَهٗ فِيْ حَضْرَةِ الْقُدْسِ سُؤْدَدَا

جو شخص آپؐ کی عظمت کی وجہ سے عاجزی سے آپؐ کے پاس آتا ہے اُسے خدا تعالیٰ کے دربار سے سرداری دی جاتی ہے۔

فَيَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَيْلَ شَرْعِهٖ وَدَعْ كُلَّ مَتْبُوْعٍ بِهٰذَا الْمُقْتَدٰى

سو اے عرفان کے طالب شخص! آپؐ کی شریعت کا دامن پکڑ۔ اور اس عظیم الشان) پیشوا کے ہوتے ہوئے دوسرے سب پیشواؤں کو چھوڑ دے

(درِّثمین عربی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

ہر صدی کے سر پر مجدّد مبعوث ہونے کی پیشگوئی

گفت پیغمبر ستودہ صفات
سنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب دان
از خدائے علیم مخفیات
علیم خدا سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی تھی

بر سرِ ہر صدی بروں آید
کہ ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث ہوگا
آنکہ ایں کار را ہمے شاید
جو کہ دین کے کام کو بجا لائے گا !

تا شود پاک ملّت از بدعات
تاکہ مذہبِ اسلام بدعتوں سے پاک ہو جائے
تا بیابند خلق زو برکات
اور مخلوق اس سے برکت حاصل کرے

الغرض ذاتِ اولیاء کرام
خلاصۂ کلام یہ کہ اولیاء کرام کی ذات
ہست مخصوص ملّتِ اسلام
مذہب اسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے

من خود از بہرِ ایں نشاں زادم
مَیں خود اس نشان کو پورا کرنے کو پیدا ہوا ہوں
دیگر از ہر غمے دل آزادم
دوسرے تمام غموں اور فکروں سے آزاد ہوں

ایں سعادت چو بود قسمتِ ما
چونکہ یہ سعادت ہماری قسمت میں تھی
رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما
اس لئے رفتہ رفتہ ہماری باری آگئی۔

نعرہ ہا مے زنم بر آبِ زلال
مَیں مصفّٰی پانی کے چشمہ پر کھڑا پکار رہا ہوں
ہمچو مادر دواں پئے اطفال
جس طرح ماں اپنے بچوں کے پیچھے دوڑتی ہو

تا مگر تشنگانِ بادیہ ہا !
تاکہ شاید جنگل کے پیاسے
گردم آیند زیں فغان و صلا
اس شور اور پکار سے میرے پاس آجائیں

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

غرباء کی خبر گیری اور اس کی اہمیت

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

قومی شیرازہ کو مضبوط رکھنے اور ملکی نظام کو بہتر بنانے کے لئے غرباء کی خبر گیری نہایت اہم امر ہے۔ اسلام نے اس اہم نکتہ کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ ذیل میں ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے بعض ارشادات تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم میں سے درج کرتے ہیں جن میں حضور نے اس اہم فریضہ کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ (ادارہ)

حضور سورۃ فجر کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"دوسری بات خدا تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے کہ غریب آدمی کو کھانا کھلایا جائے۔ اگر غرباء کی خبر گیری نہ ہو تو قومی جنگوں میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی! اور سپاہی بہت کم ملتے ہیں کیونکہ دنیا میں غرباء زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر سپاہیوں اور لڑنے والوں کے ذہن میں یہ ہو کہ ہماری قوم ہماری محسن ہے، ہم بیمار ہوئے تو اس نے ہمارا علاج کیا، ہمارے پاس کپڑے نہ تھے اُس نے ہمارے لئے کپڑے مہیّا کئے ہم بھوکے تھے اُس نے ہمارے لئے غلّہ مہیّا کیا، ہم حاجت مند تھے اُس نے ہماری حاجات کو پورا کیا، تو گو کمینے اور ذلیل لوگ بھی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں، مگر بہر حال جو شریف ہوں گے اور یہی طبقہ زیادہ ہوتا ہے، وہ کہیں گے جب قوم نے ہمارے ساتھ یہ احسان کیا ہے وہ احسان کیا ہے تو آج ہم قومی ضروریات کے وقت کیوں پیچھے ہٹیں، ہم آگے بڑھیں گے اور قوم کے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے لیکن اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہم بھوکے مرتے رہے مگر ہمیں کسی نے نہ پوچھا، ہم ننگے پھرتے رہے مگر کسی نے ہمارا ننگ نہ ڈھانکا، ہم بیمار ہوئے مگر کسی نے ہمارا علاج نہ کیا، ہم محتاج ہوئے مگر کسی نے ہماری احتیاج کو رفع نہ کیا، تو وہ کہیں گے ہمارے لئے قوم نے کیا کیا تھا کہ آج ہم اُس کے لئے قربانی کریں۔ وہ ہم سے بے اعتنائی کرتی رہی ہے آج ہم اس سے بے اعتنائی کریں گے۔ پس غرباء کی خبر گیری نہ کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی کا مادہ لوگوں کے دلوں سے کم ہوتا جاتا ہے اور قومی جنگوں میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہم کوشش کرتے ہیں کہ غرباء کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ہم اُن کے لئے کپڑے مہیّا کرتے ہیں، اُن کے لئے غلّہ کا انتظام کرتے ہیں، ان کی روپیہ سے امداد کرتے ہیں، ان کو طبّی امداد بہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، اور حتیّ الامکان اُن کی تکالیف کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ خود بھوکے ہوتے ہیں مگر جب کسی چندہ کی تحریک ہو مزدوری کر کے بھی اُس میں ضرور حصہ لیتے ہیں۔ اور گو وہ اُس تحریک کے مخاطب نہیں ہوتے اور اُن پر کسی قسم کی ذمہ داری بھی

نہیں ہوتی مگر چونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ قوم ہمارے لئے قربانی کرتی ہے اور وہ ہماری ضروریات کا خیال رکھتی ہے اس لئے وہ بھی قربانی کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ قومی تحریکات میں حصہ دار بن جائیں۔ پس غرباء کی خبر گیری کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر قومی جنگ ہو جائے اور کیونکہ قوم کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے قوم کو کثرت سے کام کرنے والے مل جاتے ہیں۔ ایک کروڑپتی کی تلوار صرف ایک تلوار کا کام دے سکتی ہے۔ لیکن جنگوں میں ایک تلوار کی نہیں کروڑوں تلواروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ کروڑوں تلواریں اس وقت تک مہیا نہیں ہو سکتیں جب تک کروڑوں غرباء کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے اور اُن کو پوری طرح مطمئن نہ کیا جائے۔ اگر مساکین کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے تو یہ لازمی بات ہے کہ جب قوم پر کوئی مصیبت آئے گی شریف الطبع لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ قوم نے ہم پر احسان کیا تھا اب اس پر مصیبت آئی ہے تو ہم اس کی مدد کریں جیسے انگلستان، امریکہ، روس اور جرمنی وغیرہ ممالک میں موجودہ جنگ میں لاکھوں آدمی کام آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو قوم کے لئے قربان کر دیا۔ اس کی وجہ درحقیقت یہی ہے کہ اُن قوموں میں غرباء کی پرورش کا احساس بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جو لوگ فوجی بنتے ہیں وہ یا تو اس لئے فوج میں بھرتی ہوتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا فوج میں کام کر چکے ہوتے ہیں اور یا پھر اس لئے جاتے ہیں کہ اُن کو بعد میں مربعے مل جائیں۔ قومی احساس ہندوستانیوں میں بہت کم ہوتا ہے۔

پھر اگر غرباء کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے تو اُن کے دلوں میں یہ احساس رہتا ہے کہ جو لوگ اپنے اموال میں ہماری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں وہ فتوحات میں بھی ہمارا ضرور خیال رکھیں گے اور یہ بھی قوم کی ترقی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ قومی اموال کی ترقی صرف امراء کو ہی نہیں بلکہ ہمیں بھی فائدہ پہنچائے گی جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اموال میں غرباء کے حقوق اس لئے بیان کئے ہیں کہ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً م بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (الحشر ع۱) تاکہ تم روپیہ کو اس طرح استعمال نہ کرو کہ وہ دولتمندوں میں ہی چکر لگانے لگے بلکہ غرباء کو بھی روپیہ ملے۔ پس غرباء کی خبر گیری کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جتنی قوم ترقی کرے گی اتنا ہی ہمارا حصہ بڑھتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر اُن کو حصہ نہ دیا جائے تو وہ کہتے ہیں ہمیں تو حصہ ملنا نہیں قومی اموال کی ترقی امراء کو ہی فائدہ دے گی اس لئے ہم اپنی جانوں کو کیوں ضائع کریں۔"

"نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔" (حضرت مسیح موعودؑ)

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۱۱)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصہ کی گیارہویں اور آخری قسط ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔ اس غیر مطبوعہ حصہ کا مسودہ جو تمام تر حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کے اپنے ہاتھ کا تحریر فرمودہ ہے محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا تھا جس کے لئے ہم آپ کے شکرگزار ہیں فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)

ایک بے ڈھب مولانا سے واسطہ

۱۶ سنہ کا ذکر ہے کہ پانی پت میں سخت ہیضہ پھوٹا اور سارے کنوؤں میں لال دوا ڈالنی ضروری ہوگئی۔ کمیٹی کے رجسٹروں سے معلوم ہوا کہ شہر میں ڈیڑھ سو کنواں ہے۔ ہم نے ایک رات شہر کے ڈاکٹروں، نمبرداروں ملازمین سرکاری اور پبلک کو ملا کر چار پارٹیاں بنائیں اور یہ انتظام کیا کہ کوئی کنواں ایسا نہ رہے جس میں لال دوا نہ پڑ جائے چنانچہ شام سے صبح تک کنوؤں میں دوائی پڑتی رہی۔ اور صبح حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ شہر میں سات سو کنواں ہے نہ کہ ڈیڑھ سو۔ خیر ایک کنواں رات کو کسی دوسری پارٹی کے حصہ کا رہ گیا تھا اور رپورٹ یہ ملی تھی کہ مولانا۔۔۔۔ نے دوائی ڈلوانے سے انکار کر دیا ہے۔ دوسرے دن میں خود ان کے مکان پر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ان کی حویلی بڑی عالیشان ہے۔ کنواں صحن کے بیچ میں تھا۔ اس لئے اطلاع کرائی۔ مولانا کمال شائستہ صورت نہایت گھنی اور لمبی ڈاڑھی کے ساتھ ایک جنگی عمامہ زیب سر کئے ہوئے باہر تشریف لائے مگر کندھے پر ایک پھاوڑہ تھا۔ میں نے دیکھتے ہی خیال کیا کہ شاید اس آلۂ حرب سے وہ مجھے قتل کریں گے۔ میں نے نہایت ادب سے کہا کہ مولانا دیکھئے شہر میں کیا موتا موتی لگ رہی ہے۔

سات سَو میں سے صرف آپ کا ایک کنواں بغیر دوا کے رہ گیا ہے، مہربانی فرما کر اس میں دوا ڈلوائیں، فرمائیے اجازت ہے؟ مولانا فرمانے لگے ڈاکٹر صاحب آپ جانتے ہیں مَیں حکیم بھی ہوں اور ایک پختہ عقل، تجربہ کار، معمر انسان ہوں میرا تو یہ تجربہ ہے کہ جب سے یہ زہریلی دوائیں کنوؤں میں پڑنی شروع ہوئی ہیں تب سے ہی سارے شہر میں جریان کا مرض وبا کی طرح پھیل گیا ہے اور آدھا شہر تو نامرد ہو چکا ہے یقین جانیئے اگر آپ نے زبردستی میرے گھر کے کنوئیں میں دوا ڈال دی تو اسی پھاوڑے سے اپنی یہ حویلی ڈھانی شروع کر دوں گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اُس وقت مجھے معلوم ہوُا کہ یہ پھاوڑا میرے قتل سے بھی زیادہ خوفناک کام کے لئے استعمال ہونے کے لئے آیا ہے مَیں نے ان کو سلام کیا اور شکست کھا کر چپکا چلا آیا کیونکہ بعض صورتوں میں باعزت واپسی فتح سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

بچاری اُردو سے دشمنی

ایک دفعہ مَیں فاضلکا سے فیروزپور کی طرف ریل میں سفر کر رہا تھا۔ اُس وقت میرے ہاتھ میں ایک اردو کا اخبار تھا۔ مَیں نے اسے پڑھ کر سامنے کی سیٹ پر ایک معزز ہم سفر سکھ رئیس کی طرف بڑھا دیا اور کہا لیجئے آج کی خبریں دیکھیئے۔ اس پر سردار صاحب ہاتھ جوڑ کر مجھ سے فرمانے لگے کہ معاف فرمائیے مَیں نے نیم (عہد) کیا ہوُا ہے کہ سوائے گورمکھی یا انگریزی کے اور کسی زبان کا اخبار نہ پڑھوں گا۔۔۔ یہ ہے اپنی ملکی زبان سے عداوت اور وہ بھی خدا واسطے کی۔

بھاری گناہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"بھاری گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے تئیں بے گناہ اور خدا تعالےٰ کے سامنے حقوق کو ادا کرنے والا خیال کرے۔ اسی وجہ سے راستبازوں اور مقدّسوں نے طریق تواضع اور فروتنی اور استغفار کو لازم پکڑا اور کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں بکلّی نیک اور بے گناہ ہوں۔"

(سرمہ چشم آریہ صـ۸۲)

صبر، باہمی ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بصیرت افروز خطبہ

رمضان کے مہینے کو اپنی عظیم الشان برکات کے لحاظ سے بے انتہا اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ حضورؐ شعبان کے اواخر میں صحابہؓ کو جمع کر کے ان کے سامنے اس مبارک مہینے کی برکات پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اس طرح انہیں پہلے سے خبردار فرما دیا کرتے تھے کہ وہ کمر ہمت کس لیں اور پورے تعہّد اور عزم کے ساتھ روزے رکھنے اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

یہ مبارک مہینہ اپنی عظیم الشان برکتوں کے ساتھ چند روز بعد اب پھر شروع ہونے والا ہے۔ لہذا ہم ذیل میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک روح پرور خطبہ درج کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے رمضان کی برکات اور اس کے نہایت درجہ شیریں ثمرات پر بصیرت افروز پیرائے میں روشنی ڈالی ہے اور اس امر کو واضح فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کو اس مہینے میں عمل و کردار کے لحاظ سے کیا نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو اپنے اصحابؓ کو بلوایا۔ جب تمام صحابہؓ جمع ہو گئے تو آپؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيْضَةً فِيمَا سِوَاهُ۔ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ۔ مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا

لوگو! تمہارے پاس عظمت اور برکت والا مہینہ آ رہا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے ہیں اور رات کا قیام نفل قرار دیا ہے اس میں نفلی عبادت کا ثواب اور دنوں کی فرض عبادت کے برابر ہے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مہینہ باہمی غمخواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے اس میں مومن کا رزق بڑھتا ہے۔ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہ بخشے جائیں گے

كَانَ لَهٗ وِقَايَةً وَّمَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ۔

اور وہ آتشِ دوزخ سے نجات پائے گا اور اس کے روزہ کے برابر ثواب پائے گا بغیر اس کے کہ اُس (غریب) کے ثواب سے کچھ گھٹا دیا جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اتنا میسر نہیں ہوتا کہ جس سے وہ کسی دوسرے کا روزہ افطار کرا سکے۔ یہ بات سُن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مُذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ۔ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ یہ ثواب ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو فقط لسی، کھجور، یا پانی کا ایک گھونٹ پلا دے۔ اور جس نے روزہ دار کو کھلا کر سیر کیا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض میں سے ایسا پانی پلائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہیں ہوگا۔ اس مہینے کا اوّل حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت، اور آخری حصہ جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ہے جو اس مہینے میں اپنے نوکر اور غلام کا کام ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اسے آگ سے نجات عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو رمضان کے مبارک مہینے کی عظیم الشان برکات سے صحیح معنوں میں متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ مہینہ ہمارے لئے فی الحقیقت صبر، باہمی ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ثابت ہو۔ ہمیں محض اس کے فضل سے پوری شرائط کے ساتھ روزے رکھنے، راتوں کو نوافل ادا کرنے اور روزے داروں کے روزے افطار کرانے کی توفیق ملے۔ اور فی الحقیقت اس مبارک مہینے کا اوّل حصہ ہمارے لئے رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے چھٹکارا دلانے والا ثابت ہو اور ہم ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کے وارث قرار پائیں۔ آمین ٭

صحت کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہدایات

(محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۶۲ء کے موقع پر خاکسار نے صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کے لئے چند ضروری باتوں پر روشنی ڈالی تھی جو ہمارے رسالہ ماہنامہ "انصار اللہ" کی ماہ مئی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہیں۔ خاکسار نے اپنے اُس مضمون میں صحت کو برقرار رکھنے کے ضروری اور موٹے موٹے اصول بیان کئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اس سلسلہ میں جو ہدایات قرآن کریم اور حدیث شریف سے ہمیں ملتی ہیں بیان کی تھیں۔ مجھے امید ہے کہ دوستوں نے ان پر غور کرنے اور عمل کرنے کی طرف توجہ فرمائی ہوگی مگر چونکہ انسان نسیان کا پتلا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فذکّر ان نّفعت الذّکریٰ یعنی ایک ہی بات کو بار بار یاد کراتے رہو کیونکہ اس سے یقیناً فائدہ ہوتا ہے۔ لہذا خاکسار پھر دوستوں کے سامنے گزشتہ سال جو اصول بیان کئے تھے انہیں کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

غذا انسان کی غذا کے متعلق خاکسار نے بیان کیا تھا کہ وہ متناسب ہونی ضروری ہے۔ یعنی ہمارے جسم کو جس جس چیز کی ضرورت ہے وہ غذا میں ہونی لازمی ہے۔ مثلاً گوشت یا اس سے ملتی جلتی غذا جس میں Proteins ہوں روٹی یا اور کوئی نشاستہ والی چیز Carbohydrates اور چکنائی یا fats اور ان کے علاوہ مختلف قسم کے کیمیائی نمک وغیرہ اور حیاتین سب ہمارے جسم کے لئے ضروری ہیں۔ بچپن کا زمانہ چونکہ نشو و نما کا زمانہ ہوتا ہے لہذا ان تمام چیزوں کی کثرت ان کی غذا میں ہونی ضروری ہے۔ آپ لوگ خیال فرمائیں گے کہ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے اور ہمارا اکثر طبقہ ان تمام غذاؤں کے خرچ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مگر میں نے عرض کیا تھا کہ موجودہ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ دالوں میں ایک قسم ایسی ہے یعنی سویا بین جس میں یہ سب اجزاء بہت زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ بس صرف اس ایک غذا کو استعمال کرنے سے ہمیں اپنے جسم کے لئے پوری غذائیت حاصل ہو جاتی ہے۔ سائنس کی تحقیق نے یہاں تک ثابت کیا ہے کہ سویا بین میں غذا کے جو اجزاء ہیں وہ ایسی قسم کے ہیں کہ ان کے استعمال سے نہ صرف یہ کہ غذائیت پوری مل جاتی ہے بلکہ اکثر بیماریوں سے انسان اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچا رہتا ہے۔ مثلاً سویا بین میں جو پروٹین ہیں ان کا اثر جسم پر تیزابی نہیں ہوتا بلکہ کھاری ہوتا ہے یعنی سویا بین کے استعمال سے انسانی جسم میں تیزاب پیدا نہیں ہوتے اور وہ نقرس و جوڑوں کی دردوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح سویا بین میں جو چکنائی ہے وہ اسی قسم کی ہے کہ اس کے استعمال سے خون کی شریانوں کو سخت

ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ ہم لوگ جو چکنائی یعنی گھی وغیرہ استعمال کرتے ہیں، یہ ایک عمر کے بعد جا کر پوری طرح ہضم نہیں ہوتے اور جسم میں چکنائی کے ایسے تیزابوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو آہستہ آہستہ ہماری شریانوں کے پردوں میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور ان کو سخت کرتے رہتے ہیں اور بالآخر اس کے نتیجہ میں Thrombosis یعنی شریانوں میں خون کا انجماد اور High blood pressure یعنی خون کے دباؤ کا بڑھ جانا وغیرہ بیماریاں لاحق ہونے کا خطرہ ہو جاتا ہے آپ لوگ سوال کریں گے کہ سویابین ہمارے ملک میں دستیاب کہاں سے ہو سکتی ہے تو عرض ہے کہ اس کے لئے اب غالباً حکومت بھی کوشش کر رہی ہے کہ اس کی فصل کو پاکستان میں زیادہ کیا جائے مگر جو ہمارے زمیندار دوست ہیں اگر وہ خود اس کی کاشت شروع کر دیں تو وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ بچوں کے علاوہ سویابین بڑوں کے لئے بھی اسی طرح مفید ہے مگر فرق صرف یہ ہے کہ بڑی عمر والوں کو نسبتاً کم تعداد میں استعمال کرنی چاہیئے۔

غذا کو خوب چبا کر کھانا چاہیئے۔ اس طرح ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ وہ ہضم اچھی طرح ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ زیادہ چبانے سے ہمیشہ کم غذا کھائی جائے گی اور یہ بڑی عمر میں آکر ضروری ہے کہ خوراک کم استعمال کی جائے۔ اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ اگر ہم غور کریں تو بہت سی حکمتیں اس حکم میں مخفی ہیں۔ جب ہم بسم اللہ پڑھیں گے تو ہمارا خیال طبعاً اس طرف جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمارا رب ہے ہمارے لئے کیا کیا نعمتیں پیدا کی ہیں مثلاً ہم جو روٹی کھاتے ہیں وہ کس طرح پہلے گندم کا ایک بیج تھی جس کو کسان نے بڑی محنت کے بعد بویا پھر اس کی رکھوالی کی اور چند ماہ کے بعد فصل تیار ہونے پر اس کو کاٹا۔ پھر دانے علیحدہ کئے۔ پھر یہ گندم چکی میں گئی اور اس کا آٹا تیار ہوا پھر اس آٹے کو گوندھ کر اس کی روٹی تیار ہوئی اور پھر ہمارے سامنے کھانے کے لئے رکھی گئی۔ اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات، جو ہر گھڑی اس کی طرف سے اپنے بندوں پر ہوتے رہتے ہیں کو سامنے رکھے گا اور غذا کو خوب مزے لے کر آہستہ آہستہ چبا کر کھائے گا تو یہ غذا ضرور اس کے جسم کا مفید جزو بنے گی۔ لیکن اگر وہ جلد جلد نوالے نگلے گا تو وہی غذا بجائے فائدہ پہنچانے کے اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی اور وہ کئی قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جائیگا۔

آجکل جو High Blood pressure اور Thrombosis کی امراض کثرت سے بڑھ رہی ہیں ان کی ایک بڑی وجہ ہماری غذا ہے۔ کیونکہ اول ہم اس کو اچھی طرح چبا کر نہیں کھاتے پھر ضرورت سے زیادہ پیٹ بھرتے ہیں ان کے نتیجہ میں پہلے تو بدہضمی ہوتی ہے پھر غذا کے اجزاء صحت مند حالت میں ہمارے جسم میں جذب نہیں ہوتے اور ایسی حالت میں جذب ہوتے ہیں کہ وہ زیادہ تیزابی مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں جو ہمارے جسم کے لئے مضر ہوتا ہے اور نقرس اور وجع المفاصل کے عوارض شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے اجزاء بھی پیدا ہوتے ہیں جو چکنائی کا غلط قسم کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور یہ مادہ آہستہ آہستہ ہماری شریانوں کی دیواروں میں جمع ہوتا رہتا ہے اور بالآخر

اس کے نتیجہ میں خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور Thrombosis یعنی دل یا دماغ کی شریانوں میں خون کا انجماد ہو کر مہلک ثابت ہوتا ہے۔ پس غذا خوب چبا کر ٹھہر ٹھہر کر کھانی چاہیئے اور کبھی شکم سیر نہیں ہونا چاہیئے۔

چالیس سال کی عمر کے بعد (یعنی انصار اللہ میں داخل ہو کر) تو غذا کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور گھی وغیرہ کا استعمال بہت کم کر دینا ضروری ہے۔ مرغن اور زیادہ مرچ مسالہ والی غذا سے اجتناب لازمی ہے۔

ورزش غذا کے بعد صحت کو بحال رکھنے کے لئے ورزش ضروری ہے۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ سال عرض کیا تھا؛ ورزش ہر عمر کے لئے علیحدہ قسم کی ہونی چاہیئے۔ بچپن اور جوانی میں ورزش اور قسم کی ہوگی۔ مثلاً اس میں زیادہ بھاگ، دوڑ شامل ہوگی مگر ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں ورزش نسبتاً ہلکی قسم کی ہونی چاہیئے۔ مثلاً صبح کی سیر، گھوڑے کی سواری اور تیرنا وغیرہ۔ صبح کی سیر سے تازہ ہوا ہمارے پھیپھڑوں میں جائے گی اور خون کی صفائی کا موجب ہوگی۔ نیز صبح کی سیر سے دماغ میں ایک تازگی پیدا ہوگی اور انسانی دماغ پھر تمام دن کے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔

آجکل ہمارے معاشرہ میں کاموں کی نوعیت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اکثر کام ہم دفتر میں کرسیوں پر بیٹھ کر کرتے ہیں اور ورزش کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اس طرح دفتر میں کرسی پر بیٹھ کر کام کرنے سے ہمارے جسم کے عضلات آہستہ آہستہ ڈھیلے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں خصوصاً کمر کے حصّہ کے عضلات اور پھر اس کے نتیجہ میں اگر کمر کو ذرا سا بھی جھٹکا لگے تو ریڑھ کی ہڈی میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور جھٹکا نہ بھی لگے تو کمر میں درد تو اکثر شروع ہو جاتا ہے نیز زیادہ وقت بیٹھ کر کام کرنے سے معدہ اور انتڑیوں کا فعل بھی کمزور ہو جاتا ہے اور آخر کار بدہضمی ایک مستقل شکل اختیار کر لیتی ہے اور ہماری صحت خراب رہنے لگتی ہے۔ پس ہمیں اِس بات کا التزام کرنا چاہیئے کہ ہم باقاعدگی سے ورزش کریں خواہ وہ صرف صبح کی سیر کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ہے آپ آخر وقت تک صبح کی سیر ضرور فرماتے تھے اور آپ سیر کے وقت تیز قدم چلتے تھے کیونکہ تیز قدم چلنے سے ہی صحیح ورزش ہوتی ہے۔

صفائی تیسری چیز جس کا ذکر خاکسار نے گزشتہ سال کیا تھا وہ صفائی ہے۔ یعنی جسم کی صفائی، گھر کی صفائی اور ماحول کی صفائی اور ہماری شریعت نے صفائی پر بے حد زور دیا ہے۔ جسم کی صفائی میں ضروری ہے کہ انسان حتی الوسع غسل کرے اور کھانا کھانے کے بعد مُنہ کو اچھی طرح صاف کرے۔ پھر دانتوں کی صفائی کا خیال رکھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دانتوں کی صفائی کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور ہر وضو سے قبل مسواک فرمایا کرتے تھے۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمّت پر بار پڑ جائے گا تو مَیں اس کے لئے دن میں پانچ بار مسواک کرنا لازمی قرار دیدیتا۔ یہاں تک کہ وفات سے چند منٹ پہلے بھی آپ نے حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کو بلا کر اشارہ سے مسواک کرنے کی خواہش ظاہر کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود مسواک چبا کر نرم کر کے حضور ؐ کو دی۔ آپؐ کے اس قول سے مُنہ اور دانتوں کی صفائی کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ درحقیقت سائنس نے اب ثابت کر دیا ہے کہ اگر ہم مُنہ اور دانتوں

کی صفائی کا خیال نہ رکھیں گے تو کھانے کے باریک ذرات ہمارے دانتوں کے ریخوں میں پھنسے رہ جائیں گے اور پھر وہ سڑ کر عفونت پیدا کریں گے اور اس کے نتیجہ میں جراثیم پیدا ہوں گے جن کا زہر ہمارے جسم میں جاتا رہے گا اور بالآخر آہستہ آہستہ ہماری صحت خراب رہنے لگے گی اور ہمیں قبل از وقت قبر میں لے جائے گی۔ پس منہ اور دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اس کی طرف سے غفلت برتنا بیماری کو خود دعوت دینا ہے۔ جسم کی صفائی میں اپنے کپڑوں کو صاف رکھنا بھی شامل ہے۔ اور یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ اگر کوئی بوجہ مالی تنگی کے کپڑے دھونے کے لئے صابن کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ سادے پانی سے ہی کپڑے دھو سکتا ہے اور اس طرح کافی حد تک کپڑے صاف ہو جاتے ہیں۔

پھر صفائی میں گھر کی صفائی ہے یعنی گھر میں گوڑا کرکٹ ہر جگہ اِدھر اُدھر نہ پڑا رہے۔ بچوں کا ٹٹی پیشاب صحنوں وغیرہ میں نہ رہے۔ ہر جگہ تھوکنا مناسب نہیں۔ اس طرح ناک صاف کر کے سامنے پھینک دینا بھی گندگی ہے۔ اس سے جراثیم پھیلتے ہیں اور بیماری کا موجب ہو جاتے ہیں۔

پھر ماحول کی صفائی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے ماحول یعنی محلہ وغیرہ کو صاف رکھیں۔ گلی کوچوں میں بول و براز نہ پڑا رہے۔ اسی طرح ان میں تھوکنا بھی مناسب نہیں۔ پانی کے گڑھے نہ ہوں تا مچھر نہ پیدا ہو اور کوڑے کے ڈھیر نہ ہوں تا مکھی پیدا نہ ہو۔

اگر ہم اس طرح ہر قسم کی صفائی کا خیال رکھیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے لیکن اگر ہم اس طرف توجہ نہ دیں گے تو گندگی سے بیماریاں پھیلیں گی اور بار بار ہم ان بیماریوں کی لپیٹ میں آتے رہینگے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہماری صحت کمزور ہوتی چلی جائے گی اور ہم قبل از وقت بوڑھے ہو جائیں گے یا پھر قبر تک جا پہنچیں گے۔

حفظِ ماتقدم

صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک نہایت ضروری بات حفظِ ماتقدم ہے۔ ہمارے ملک میں کچھ بیماریاں ایسی عام ہیں کہ لوگ ان کی اہمیت کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ مثلاً

نمبر ۱۔ ملیریا ہے۔ یہ بیماری ایک خاص قسم کے مچھر کے کاٹنے سے ہوتی ہے اور ہمارے ملک کا کوئی فرد بھی ایسا نہ ہوگا جو اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار ملیریا میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ میرے خیال میں یہ اندازہ تو بہت تھوڑا ہے کیونکہ ہم میں سے اکثر سال میں ایک بار ضرور ملیریا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اب بظاہر یہ ایک معمولی سی بیماری نظر آتی ہے مگر آپ کو شاید علم نہ ہو کہ ہمارے ملک میں جو اموات ہوتی ہیں ان میں سے اکثر ملیریا کے نتیجہ میں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ جس کو ملیریا ہو جائے اس کے خون میں کمی ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ایسا شخص دوسری مہلک بیماریوں مثلاً تپ دق وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اب ملیریا سے بچنے کے کئی طریقے ہیں۔ سب سے اوّل یہ کہ مچھر کی افزائش کو روکا جائے۔ یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ شہر یا

گاؤں میں پانی کے گڑھوں کو پُر کر دیا جائے۔ کیونکہ ملیریا کے مچھر کی نسل پانی میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر گڑھے زیادہ بڑے ہوں اور پُر نہ ہو سکتے ہوں تو مچھروں کے موسم میں اس پانی پر مٹی کا تیل ڈالنے سے مچھر کے بچوں کی افزائش رُک جائے گی۔ اس کے علاوہ جو استطاعت رکھتے ہوں مچھر دانی بھی استعمال کر سکتے ہیں یا مچھر کو دور رکھنے کا تیل جسم کے ننگے حصوں پر رات کے وقت مَل سکتے ہیں۔ نیز ہفتہ میں دو بار کونین یا پلیوڈرین کا استعمال اگر باقاعدگی سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انسان ملیریا سے محفوظ رہتا ہے۔ پس صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان حتیّ الوسع ملیریا سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتا رہے۔

نمبر ۲۔ پیچش ہے۔ یہ بیماری بھی ہمارے ملک میں بہت عام ہے۔ پیچش دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو amaeba سے ہوتی ہے۔ دوسری وہ جو جراثیم سے ہوتی ہے۔ دونوں قسم کی پیچش خصوصاً amaeba سے ہونے والی پیچش صحت کو بالکل برباد کر دیتی ہے۔ انسان اگر چاہے تو ان سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔ مثلاً اگر ہم اپنی غذا میں احتیاط کریں۔ سڑا ہوا پھل یا کھانا قطعی استعمال نہ کریں بلکہ طیّب غذا استعمال کریں۔ کھانے کو ڈھانک کر رکھیں تا مکھیاں اُس پر نہ بیٹھیں۔ کیونکہ پیچش کے جراثیم مکھیوں سے پھیلتے ہیں۔ مکھیوں کی افزائش کو روکنے کے لئے گندگی کے ڈھیر جگہ جگہ جمع نہ ہونے دیں۔ بلکہ ایسے ڈھیروں کو ایک مقررہ جگہ گڑھوں میں ڈال کر اوپر مٹی ڈالتے رہیں تاکہ مکھیاں پیدا نہ ہوں۔ کیونکہ مکھیوں سے نہ صرف پیچش بلکہ اور بھی بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

نمبر ۳۔ عام نزلہ و زکام ہے۔ یہ امراض بھی بظاہر معمولی نظر آتی ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کو بار بار نزلہ یا زکام ہوتا ہے اس کی صحت آہستہ آہستہ کمزور ہونی شروع ہو جاتی ہے اور وہ طبعی عمر سے پہلے بوڑھا ہو جاتا ہے لہٰذا نزلہ اور زکام سے بچنے کے لئے بھی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔ مثلاً یہ بیماریاں گرد سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ جہاں گرد زیادہ ہو وہاں ناک اور مُنہ کو کپڑے سے ڈھانک لیں۔ سردیوں کے موسم میں گرم کمرے سے فوری طور پر نکل کر سردی میں آنے سے بھی احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے بھی نزلہ و زکام شروع ہو جاتا ہے۔ نیز ایسے شخص کو جو نزلہ زکام سے بیمار ہو دوسروں کے قریب جانے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بیماری سانس کے ذریعہ پھیلتی ہے۔

اگر نزلہ و زکام وبائی صورت میں پھیل جائے تو ان ایّام میں اگر ہم روزانہ دارچینی کا قہوہ استعمال کریں اور یہ خیال رکھیں کہ ہمیں زیادہ کوفت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم بہت حد تک اس مرض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حرفِ آخر

ان چند ضروری گزارشات کے بعد خاکسار اپنے بزرگوں اور بھائیوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی رہے اور ہم اسلام اور احمدیت اور مخلوقِ خدا کے لئے کارآمد وجود ثابت ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم صحت کو بحال رکھنے کی ضروری

ہدایات پر التزام کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور جو تدابیر اس سلسلہ میں ضروری ہیں وہ اختیار کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور بھی دعاؤں میں لگے رہیں کہ وہ اپنے خاص فضل سے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمیں وہ تمام باتیں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے کہ صحت برقرار رکھی جا سکتی ہے کیونکہ ہمارے اراد ے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، ہماری کوششیں خواہ کتنی ہی مکمل کیوں نہ ہوں جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا رحم ہمارے شامل حال نہ ہوگا ہم کبھی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ خود ہمارا حافظ و نگہبان ہو جائے کہ اُسی کی توفیق سے ہم نہ صرف یہ کہ زندہ رہ سکتے ہیں بلکہ اچھی صحت کے ساتھ زندہ رہ کر اپنی زندگیوں کو اسلام اور احمدیت اور مخلوقِ خدا کے لئے مفید بنا سکتے ہیں ٭

روزہ کو گراں سمجھنے والے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ مَیں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اُوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور مَیں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۹)

"نئی برادری اور نئی اخوّت"

(المسیح الموعود)

(مکرّم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے)

مسلمانانِ عالم کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود آج انتشار و افتراق کا شکار ہیں۔ اس لئے آج ان میں وہ عظمت و شوکت نظر نہیں آتی جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی کبھی مسلمان کے نام سے دنیا کانپ اٹھتی تھی مگر آج وہی مسلمان بالعموم دنیا میں ہر جہت سے ذلیل و خوار ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا محض اس لئے کہ اس نے اسلام کے حبلِ متین کو ہاتھ سے جانے دیا اس نے اتحاد و اتفاق کو خیرباد کہہ دیا۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر باہم جنگ و جدل میں مصروف ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے مسلمان کو ایک نئی برادری اور نئی اخوت عطا فرمائی تھی اور اسے تاکید کی تھی کہ کہیں اسے کھو نہ بیٹھے۔ کیونکہ یہ اخوت ایک بہت بڑی نعمت ہے جو دنیا بھر کی دولت خرچ کر دینے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس نئی اخوت کی جس کی بنیاد روحانی اتحاد و اتفاق پر تھی قدر نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عالمِ اسلام بے جان ہو کے رہ گیا۔ اور تنِ مردہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہ رہی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھے رہنے سے قوم کے افراد کی قوتِ عمل ضائع ہو جاتی ہے اور قوم منزل سے دور ہٹ جاتی اور مقصد سے محروم رہ جاتی ہے۔

مگر آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کی برکت سے پھر ایک ہاتھ پہ جمع کر دیا ہے پھر ہمیں اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کی نعمت سے مالامال کر دیا ہے جس کے لئے ہم خدا تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ اسی یک جہتی اور یک جہتی کا ثمرہ ہے کہ باوجود اسکے کہ دیگر مسلمانانِ عالم کے مقابل پر ہماری حیثیت آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اس چھوٹی سی جماعت نے اپنی غربت و اخلاص کے ساتھ خدا کے فضل سے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے آج دنیا میں اسلام کا نام بلند کر رہی ہے تو یہی جماعت۔ اکنافِ عالم میں تبلیغِ اسلام کر رہی ہے تو یہی چھوٹی سی جماعت مذاہبِ عالم کو للکار رہی ہے تو یہی جماعت۔ اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کو بُرا بھلا کہنے والوں کو حضور صلعم پر درود بھیجنے پر مجبور کر رہی ہے تو خدا کے فضل سے یہی جماعت۔ اپنے اور بیگانے سبھی اسکے معترف ہیں۔ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا۔ محض اس لئے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کے طفیل ہم ایک مامور کے ہاتھ پر متحد ہو کر ایک نئی برادری اور ایک نئی اخوت میں داخل ہو گئے جو اسلام کی صحیح معنی میں علمبردار ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر، غریب، بچے، جوان، بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں۔ گو باپ جُدا جُدا ہیں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۴۹)

ایک ہاتھ پر جمع ہو کر اور ایک نئی برادری اور نئی اخوت میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل سے چھوٹے بڑے کمزور اور طاقتور سبھی ایک ہو گئے اس طرح کہ ان میں اُونچ نیچ نہ رہی۔ ان میں غیریت و بیگانگی نہ رہی اور پھر وہ سب ایک رنگ میں رنگین ہو کر ایک عظیم مقصد کے حصول کے درپے ہو گئے۔ یوں کہ ان کا اپنا وجود ختم ہو گیا اور انہوں نے اپنے نفوس پر موت وارد کر لی اور اپنا سب کچھ خدا کی خاطر فنا کر دیا۔ اور دیوانہ وار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے رنگ میں رنگین ہو کر وہ اکنافِ عالم میں پھیل گئے تا پیاسی روحوں کو اسلام کے روحانی چشمہ سے سیراب کر سکیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ سب کچھ محض خدا کے فضل اور باہم اتحاد و اتفاق، یکسانیت اور یک جہتی کی برکت سے ہوا۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کریں اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیں جس سے جماعت کے کسی حصہ میں باہم اختلاف اور انتشار و افتراق پیدا ہونے کا امکان ہو۔

جماعت میں اتحاد و اتفاق رکھنے کی بہت بڑی ذمہ داری انصار پر عائد ہوتی ہے۔ نہ صرف مجلس انصار اللہ کے پختہ کار اور مخلص رکن ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ جماعت کی باگ ڈور اکثر و بیشتر مقامات پر انہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے انہیں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے، اپنوں اور بیگانوں کے سامنے نیک نمونہ پیش کرنا چاہیئے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دینی چاہیئے جس سے جماعت کے اتحاد کو صدمہ پہنچے اور جماعت کے وقار کو ٹھیس لگنے کا خدشہ ہو۔ اور انہیں چاہیئے کہ اگر کہیں جماعت کے کسی طبقہ میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا دیکھیں تو اسے سختی اور جبر سے دور کرنے کی بجائے حکمت اور موعظت، نرمی اور محبت کے ساتھ دُور کرنے کی کوشش کریں اور دعاؤں سے کام لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یہ دستور ہونا چاہیئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچائے یا اس کو ڈوبنے دے؟ اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے تعاونوا علی البرّ والتقویٰ۔ کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت

جماعت نہیں ہوسکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت و ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔ بلکہ اجماع میں چاہیئے کہ قوت آجاوے اور وحدت پیدا ہو جائے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذراسی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخالف لوگ جو ہماری ذرا ذراسی بات پر نظر رکھتے ہیں معمولی معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کر دیتے ہیں اور خلق کو گمراہ کرتے ہیں لیکن اگر اندرونی کمزوریاں نہ ہوں تو کیوں کسی کو جرأت ہو کہ اس قسم کے مضامین شائع کرے اور ایسی خبروں کی اشاعت سے لوگوں کو دھوکا دے کیوں نہیں کیا جاتا کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جائے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے اور تمام عادتوں پر رحم، ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے ذرا ذراسی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہ ہونی چاہئیں جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم ص ۳۴۷-۳۴۵)

اسی سلسلہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک کہ وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔۔۔۔۔۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے۔ محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے اگر عفو نہ کیا جائے، ہمدردی نہ کی جاوے، اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھایا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی

بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟

۔۔۔۔۔۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمتِ اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں ۔۔۔۔۔۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی۔۔۔۔۔۔۔ دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کرکے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔" (صفحہ ۳۴۸-۴۹)

پس ہمیں حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کو ہمیشہ مستحضر رکھنا چاہیئے اور ان پر ہر جہت سے عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ تا ہم ناچیز بندے خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اس مقدس جماعت اور "اہلِ حق کے گروہ" میں سے شمار کئے جائیں۔ جس کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۷۱)

اے اللہ تو ہی ہمیں اس کی توفیق دے کہ تیری توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللّٰھم آمین

نیک کام کا نیک بدلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"چاہیئے کہ ہر ایک بات تمہاری صدق اور صفائی سے ہو اور کسی بات میں نفاق کی آمیزش نہ ہو۔ تقویٰ اور راستبازی اختیار کرو اور بھلائی کرنے والوں سے سچے دل سے بھلائی چاہو تا تمہیں خدا بدلہ دے کیونکہ انسان کو ہر ایک نیکی کے کام کا نیک بدلہ ملے گا۔"

(تبلیغِ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۳۲)

انصار اللہ اور جماعتی تربیت

(مکرم سیّد فضل الرحمٰن صاحب فیضی آف منصوری)

ہر احمدی عمر کا چالیسواں سال گذار کر انصار اللہ کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور یہ شمولیت ایک بہت بڑی تربیتی ذمہ داری اس پر ڈال دیتی ہے۔ کیونکہ انصار اللہ کی تنظیم میں علاوہ اپنے محاسبہ کے جماعتی تربیت کا پہلو ایک خاص امتیازی اہمیت رکھتا ہے۔ یعنی انصار نئے ہوں یا پرانے سب کے لئے اسلامی تعلیم کی روشنی میں جماعتی تربیت کا خیال و فکر رکھنا از بس ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر اُس انسان کے لئے جو توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہو، اپنی اصلاح کا فکر ہی کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ قدم قدم پر اس کو نفسِ امّارہ کی لغزشوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس مقابلہ میں کامیابی کے بعد ہی اطمینان کی صورت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اس فکر کے ساتھ جب اپنی جماعت کے کم عمر عزیزوں کی دینی و اخلاقی تربیت کا، بطور جماعتی فرض کے خیال رکھنا اور ان کی صحیح رہنمائی کرتے رہنا بھی اس کے دائرۂ عمل میں شامل ہو جاسئے تو پھر انصار کی ذمہ داری یقیناً بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں دعائیں کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہمیں ان ذمہ داریوں کے اٹھانے کی پوری طاقت دتوفیق عطا فرمائے اور کامیابی بخشے۔ یہ بات یقینی ہے کہ جب ہم نیک نیتی اور دلی شوق و خلوص سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہوں گے اور ہمارا ہر قدم خالصتہً للہ اُٹھے گا تو خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی ہمارے شاملِ حال ہو گی۔

انصار کا مقام دراصل ایک مقامِ خوف ہے، غایت درجہ احتیاط طلب ہے۔ یہ مقام ہر وقت ہم سے اقوال و اعمال کی صحت اور باہم مطابقت کا مطالبہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت اس امر کی بہت ضرورت ہے کہ انسان کا قول و فعل باہم مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی تم لوگوں کو تو نیکی کا امر کرتے ہو مگر اپنی جانوں کو اس نیکی کے امر کا مخاطب نہیں بناتے بلکہ بھول جاتے ہو...... (تم) ہمیشہ اپنے قول و فعل کو درست اور مطابق رکھو جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں کر کے دکھایا۔ ایسا ہی تم بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے صدق و وفا کے نمونے دکھاؤ۔" (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳)

مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعتی رنگ میں ہمارے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمونہ برائے تقلید پیش فرمایا ہے کیونکہ انسانوں کیلئے اپنے مقصد و دائرۂ عمل کے لحاظ سے اعلیٰ نمونے پیش نظر رکھنا کامیابی کی کلید

ہوتا ہے اور اِس دَور میں جماعت احمدیہ جیسی دیندار جماعت کیلئے یقیناً بزرگ صحابہ کرامؓ جیسے دیندار فدائیوں کی جماعت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہی مشعلِ راہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے لئے اس سے زیادہ بہتر و قابلِ تقلید جماعتی نمونہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ ان کی فدائیت کے کارنامے دُنیا میں بے مثل ہیں! انہوں نے یہ سب کچھ اسلام کی خاطر کیا تھا۔ اُن کے صدق نے، اُن کی وفا نے، اُن کی اطاعت اور قربانی نے وہ عظیم الشان نیک انقلاب دنیا میں برپا کر دیا تھا جس کی نظیر ظہورِ اسلام سے قبل اور اس کے بعد آج تک بھی تاریخِ عالم کے صفحات میں نہیں ملتی۔

از روئے قرآن مجید اِس چودھویں صدی ہجری میں بلحاظ مقصد و دائرۂ عمل کے جماعت احمدیہ اپنی ممتاز پیشرو جماعت صحابہ کرامؓ سے ایک خاص روحانی مشابہت و مماثلت بھی رکھتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ساتھ ہے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہؓ کی جماعت سے ملنے والی ہے۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ۔ مفسّروں نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعود والی جماعت ہے۔ اور یہ گویا صحابہؓ کی جماعت ہوگی اور وہ مسیح موعود کے ساتھ نہیں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ساتھ ہوگی۔ کیونکہ مسیح موعود آپؐ ہی کے جمال میں آئے گا اور تکمیلِ تبلیغ و اشاعت کے کام کے لئے وہ مامور ہوگا۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

حضور علیہ السلام نے اِس ارشاد میں ایک قرآنی پیشگوئی کے حوالہ سے گویا ہمارے مقصدِ حیات و دائرۂ عمل کی نشان دہی فرما دی ہے۔ یعنی مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر ہم نے احیاءِ اسلام اور اس کے غلبہ کے لئے صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر ہی چلنا ہے۔ پہلے زمانہ میں انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھیلایا تھا اب آخری زمانہ میں ہم نے اسلام کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ جو صدق و وفا اور اطاعت کا نمونہ انہوں نے دکھایا تھا بعینہٖ اسی طرح کا نمونہ اب ہم نے دنیا کو دکھانا ہے۔ مختصر یہ کہ نیکی میں، تقویٰ میں، اعمال میں، اخلاق میں ہم نے بحیثیت جماعت کے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے رنگ میں رنگین ہونا ہے تاکہ ہم اپنوں کیلئے اور دوسروں کیلئے بھی بہترین نمونہ ثابت ہوں۔

یہ اہم مقصد انصار اللہ کے لئے ایک لمحۂ فکریہ پیش کرتا ہے۔ کیونکہ محض کسی اعلیٰ نمونہ کا تتبع کرنے کی خواہش اور عزم کافی نہیں ہوتے جب تک اس فیصلہ کے ساتھ صحیح علم کی روشنی بھی نہ ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے مقصدِ عظیم کی خاطر کیا کیا عمل اختیار کئے تھے۔ وہ کون سے خاص اوصاف تھے جو اُن کی حرکات و سکنات میں پائے جاتے تھے؟ اُن کا طریقِ زندگی کیا تھا؟۔ یہ باتیں علم الیقین کے درجہ تک معلوم کر کے ہم تتبع کی طرف ٹھیک قدم اُٹھا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں :۔

"دیکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعّم پسند اور خورد و نوش کے دلدادہ تھے جو کفار پر غالب تھے؟ نہیں یہ بات تو نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی ان کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائم اللیل

اور صائم الدہر ہوں گے۔ ان کی راتیں ذکر و فکر میں گزرتی تھیں اور اُن کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ قرآن کریم کی ذیل کی آیہ شریفہ ان کے طریقِ زندگی کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھاتی ہے۔ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال ع) اور یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ... ... الآیہ (آل عمران ع) اور سرحد پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن تمہاری تیاری اور استعداد سے ڈرتے رہیں۔ اے مومنو! صبر اور مصابرت اور مرابطت اختیار کرو" (ملفوظات جلد اصفحہ ۵۴)

اسی طرح ان پاکانِ پاک کی صفت میں یہ آیت بھی ہے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح ع) یعنی وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ یہاں "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کے معنے کافروں پر سختی کرنے کے نہیں ہیں بلکہ بوقت مقابلہ کافروں سے مرعوب نہ ہونے اور پوری مضبوطی اور شجاعت سے ان کا مقابلہ کرنے کے ہیں اور "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے نیک اثرات قبول کرتے رہتے ہیں اور باہم رحمدلی و چشم پوشی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ دشمن کا اثر کبھی قبول نہیں کرتے۔ یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ جن سے قومی ترقی وابستہ ہے اور جو صحابہ کرامؓ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کے ذکر میں قرآن مجید کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا "صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن مجید بھرا پڑا ہے"۔ (ملفوظات جلد ا صفحہ ۴۳) وہ تمام احباب جنہوں نے قرآن مجید کو بغور پڑھا ہے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں صحابہ کرامؓ کی تعریف و توصیف، ان کی قربانیوں کا ذکر اور اُن کی زندگیوں کی اعلیٰ صفات کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ سورہ فرقان کے آخری رکوع میں جو بندگانِ رحمان کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ در اصل صحابہؓ کے ہی اوصاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ .... وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ..... وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

رحمٰن کے سچے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام و متانت سے چلتے ہیں (انکی چال میں تکبر نہیں ہوتا) اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں (یعنی جہالت کی باتیں کرتے ہیں) تو وہ (لڑتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں ہم تو تمہارے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے رب کے لئے راتیں سجدوں میں اور کھڑے ہو کر گزارتے ہیں .... اور وہ (رحمٰن کے بندے) کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب ٹلائے اور وہ (اللہ کے بندے) جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی سے کام نہیں لیتے اور نہ بخل کرتے ہیں۔ ان کا (خرچ) ان دونوں حالتوں کے درمیان

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

درمیان ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حفاظت بخشی ہو قتل کرتے ہیں سوائے (شرعی یا قانونی) حق کے، اور نہ زنا کرتے ہیں.... اور وہ لوگ جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر (طرح دیکر) گزر جاتے ہیں۔ اور وہ (اللہ کے بندے) بھی کہ اُن کے رب کی آیات جب انہیں یاد دلائی جائیں تو اُن سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔ اور وہ (نیک بندے) یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

مندرجہ بالا آیات سے صحابہؓ کے یہ اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:۔ توحید پرستی، انکسار و متانت، تکبّر سے اجتناب، صلح جوئی و خیر خواہی۔ عبادت شبانہ، فکرِ عقبیٰ، بخل و فضول خرچی سے پرہیز، میانہ روی، ظلم و قتل سے پرہیز، زنا سے نفرت، جھوٹی شہادت سے اجتناب، لغو امور سے بے تعلقی، احکامِ الٰہی کی دلی عزت، اہل و عیال کی متقیانہ سرپرستی! ـــــ اور اوصافِ حمیدہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہیں صحابہ کرامؓ کے جملہ اوصاف ہمیں ہر وقت مدّ نظر رکھنے چاہئیں اور انہیں اپنے اندر پیدا کرنے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے پورے ہو گئے...... وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفار کہتے ہیں۔ جب تک اسلام اِس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں بھید یہ تھا ؎ خدا داری چہ غم داری۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

مندرجہ بالا سب امور ہمیں بتاتے ہیں کہ انصار اللہ کا مقام کیا ہے! ہم کو اپنے اخلاق و اعمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال و اخلاق کا تتبّع کرنا ہے۔ ہم کو خدام الاحمدیہ و اطفال کیلئے اچھا نمونہ بننا ہے۔ ہم کو دوسروں کیلئے بھی اعمال و اخلاق اور راستی کے دلکش نمونے ثابت ہونا ہے یعنی دنیا کو سچے مسلمان بن کر دکھانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کیلئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو..... میں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کیلئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے!“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴۸)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ ہمیں اپنے پاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی، دَورِ صحابہؓ کی تاریخ کو دَورِ حاضرہ میں دُہرانے کی پوری طاقت و توفیق عطا فرمائے اور کامیابی بخشے تا احمدیت یعنی حقیقی اسلام دنیا میں سربلند ہو۔ آمین ثم آمین *

"گرجا سے چل کر مسجد تک"

یورپ کی ایک نومسلم خاتون کے تاثرات

سیرالیون (مغربی افریقہ) کے شہر بو سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار "دی افریکن کریسنٹ" (The African Crescent) کی اشاعت بابت اکتوبر ۱۹۶۲ء میں یورپ کی ایک نومسلم خاتون محترمہ نورا ثریا نے (Nora Surayya Nye) کا ایک قابلِ قدر مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے اِس امر پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی ہے کہ عیسائیت ترک کر کے انہوں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ اِس مضمون کا اردو ترجمہ افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

اگر صحیح فکر سے کام لیا جائے تو اسلام میں نہ تو اتنی زیادہ لچک ہے اور نہ وہ لچک سے اِس درجہ عاری ہے جتنا کہ بعض غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ اسلام مادی بہتری اور آسائش کا حامی ہے کیسی مروجہ لباس، بود و باش کے طریق، سائنسی علوم اور طرزِ حکومت کے خلاف اسکے اعتراضات کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ وہ ہرگز اُس شدت کے حامل نہیں ہیں جتنا کہ بالعموم دوسروں کی طرف سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

اسلام انسانوں کے سماجی تعلقات اور حالات کو بہتر بنانا چاہتا ہے اور اپنی اس کوشش میں وہ ہمیشہ ہی کامیاب ثابت ہوا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب اور مختلف سماجی اور سیاسی نظام اِس میں بُری طرح ناکام ثابت ہوتے رہے ہیں۔ آج دنیا ئے انسانیت کو نسل، رنگ، ذات پات، شراب اور طلاق وغیرہ کے بہت سے مسائل درپیش ہیں جن کا افراد اور اقوام کی خوشی اور خوشحالی سے براہ راست تعلق ہے۔ اسلام نے اِن سب مسائل کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ حل کیا ہے کہ اگر ہر شخص ان سے متعلق اسلامی احکام کو اپنا لے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ دنیا رہنے اور زندگی بسر کرنے کے لحاظ سے یقیناً ایک نئی اور بہت بہتر قسم کی دنیا بن جائے۔

جب مسجد کی سادہ چٹائی پر ایک بادشاہ شہر کے ایک غریب ترین مزدور کے دوش بدوش باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کے حضور ایک ساتھ سجدہ ریز ہوتا ہے تو مرتبہ و مقام کے تمام امتیازات اسلامی اخوت کی پُر وقار وحدت اور مساوات کے سانچے میں ڈھل کر یکسر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلام ہر شخص کی قدر و قیمت کو اسکے

ذاتی اوصاف اور ذاتی اہلیت کی بناء پر جانچتا ہے نہ کہ خاندانی وجاہت اور پیدائش کی بناء پر۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص سنجیدہ، باوقار، صابر و شاکر، محنتی، شریف، اطاعت گزار، ہشاش بشاش، باعفت اور معقولیت پسند ہو وہ زندگی کی حقیقی مسرتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جو مذہب ہمیں ان اوصاف سے واضح طور پر متصف کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اس سے نفرت کا سوال پیدا ہو تو کیوں؟ میں اسلام کی کامل صداقت پر اور اس بات پر دل سے ایمان رکھتی ہوں کہ وہ ایک آسمانی مشن اور پاک مقصد لے کر دنیا میں آیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کوئی شخص بھی جو کھلے دل اور پوری غیر جانبداری کے ساتھ صحیح نقطۂ نظر سے اسلام کا مطالعہ کرتا ہے وہ بجز اس کے کسی اور نتیجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ اسلام زندگی اور پیغامِ عمل سے اس قدر بھرپور اور معمور ہے کہ اسے قوتِ عمل کے نچوڑ یا عطر سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔

عیسائی حضرات اکثر اسلام کو ایک جنونی مذہب کے طور پر یاد کرتے ہیں۔ جب میں ایک عیسائی گرجا سے ایک رکن کے طور پر منسلک تھی تو مجھے اس گرجا کے پادری نے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے یہی کچھ بتایا تھا۔ اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا یہ کہنا دراصل رشک کی بناء پر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو جنونی مذہب قرار دیکر درپردہ وہ اس خواہش کا اظہار کر رہا تھا کہ اے کاش! گرجا میں عبادت کی غرض سے آنے والے اس کے اپنے حلقہ کے عیسائی بھی مسیحیت پر ایمان رکھنے میں ایسے ہی جنونی بن جائیں۔

میرے ایک رشتہ دار تھے جو اب وفات پا چکے ہیں۔ وہ دنیا بھر میں گھوم چکے تھے۔ سات سمندر انہوں نے پار کئے اور پانچ براعظموں کی جی بھر کر سیر کی۔ جب وہ واپس آکر انہوں نے بتایا کہ عیسائی تو ہفتہ میں صرف ایک بار گرجا میں جاتے ہیں اور پھر بھی سمجھتے یہ ہیں کہ انہوں نے بڑا تیر مارا ہے، عبادت کے تعلق میں ان پر جو فرض عاید ہوتا تھا اسے انہوں نے پورا کر دیا ہے۔ برخلاف اس کے مسلمان اپنے مذہب سے کہیں زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ بلا جبر محض اپنی مرضی سے دن میں پانچ مرتبہ خدا کے حضور جھکتے اور اس کی حمد بجا لاتے ہیں۔

سال کے سال مسلمان دو تہوار مناتے ہیں۔ ان تہواروں کے روز ہر شہر کے تمام مسلمان سب کام کاج چھوڑ کر چھٹی مناتے ہیں۔ اس کے باوجود نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے زائد پولیس وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس ہنگامہ میں بھی غیر شریفانہ اور غیر ذمہ دارانہ حرکات کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ایک طرف کرسمس کے عیسائی تہوار اور شام نوروز کی مسیحی تقریبات اور دوسری طرف عیدین کی اسلامی تقریبات میں جو فرق ہے وہ اس قدر واضح اور نمایاں ہے کہ اس کے بارہ میں مزید کچھ کہنا لاحاصل ہے۔

عیسائیوں میں یوں تو چالیس روزے مقرر ہیں لیکن ان کی کوئی بھی پابندی نہیں کرتا بلکہ علی الاعلان ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے مسلمان کمال باقاعدگی اور پوری سنجیدگی و وقار کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔

رمضان کے مہینے میں ادنیٰ و اعلیٰ، چھوٹے بڑے سب دن کے وقت کچھ کھائے پئے اور تازہ دم ہوئے بغیر اپنا روزمرہ کا کام جاری رکھتے ہیں۔ مزدور پھاوڑا چلا رہے ہوتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگ قلم گھس رہے ہوتے ہیں۔ سب کے سب نیکی و تقویٰ اور اطاعت کے جذبے سے سرشار اور اسی کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ یہ کہنا ہرگز ناانصافی نہ ہوگی کہ یہ روح اور یہ جذبہ مروجہ عیسائیت میں ناپید ہے۔

ایک بات بالعموم عیسائی مشنریوں کے تجربہ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ شاذ ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کرے اور جو معدودے چند عیسائیت قبول کرتے بھی ہیں حقیقی تبدیلی اُن میں رونما نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام بذاتِ خود ایک زبردست طاقت ہے۔ وہ بے پناہ قوتِ عمل اپنے اندر رکھتا ہے۔ جب اُس کے اصول اور احکام اچھی طرح ذہن نشین ہو کر دل میں اتر جائیں اور انسان ان پر پوری مستعدی کے ساتھ عمل کرنے لگے تو پھر اس کے نتیجہ میں اطمینانِ قلب اسے میسر آجاتا ہے اور روح ایک نئی بالیدگی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ ہماری فطرت میں سب سے زیادہ گہری اور عمیق اگر کوئی چیز ہے تو وہ دل کی گہرائیوں میں وہ بے آواز حصہ ہے جس میں ہم اپنی آمادگیوں اور ہچکچاہٹوں، اپنے اعتقادات اور خدشات کے ساتھ اکیلے ہی بس رہے ہوتے ہیں۔ وہاں بجز ہمارے اور کوئی نہیں ہوتا۔ شخصیت کی اِن گہرائیوں میں ہی ہمارے خارجی اعمال کے سوتے پھوٹتے ہیں اور ہمارے تمام فیصلے ان گہرائیوں میں ہی جنم لیتے ہیں۔ اشیائے مختلفہ کی ماہیت کے ساتھ رابطے کا اصل ذریعہ بھی انہی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ روح کی اِن باطنی تحریکات کے بالمقابل تمام خارجی بحثیں اور منطقی دلائل دانتوں کے بجنے کی بے معنی آواز سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں اپنے آپ کو ایک مختلف قسم کا انسان پاتی ہوں۔ اس نے میری پوری زندگی پر اپنا اثر ڈالا ہے اور میرے وجود کا ذرہ ذرہ خواہ وہ کتنا ہی نہاں در نہاں ہو اُس سے متاثر ہوا ہے۔ عیسائیت اپنی اثر انگیزی کے لحاظ سے اتنی گہرائی تک نہیں پہنچ سکی تھی اور اُس کے اثر میں استحکام کی کیفیت بھی ناپید تھی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اسلام دوسرے لوگوں کو کس گیرائی اور کس گہرائی تک متاثر کرتا ہے۔ میں صرف اپنا ذاتی تجربہ بیان کر رہی ہوں اور میں نے جو کچھ محسوس کیا بلا کم و کاست اس کا اظہار ہی میرے مدنظر ہے۔ مجھے ضرورت تھی ایک ایسی صداقت کی جس پر میں ہمیشہ اعتماد کر سکوں۔ میں چاہتی تھی کہ میرے پاؤں ایک ایسی زمین پر قائم ہوں جو بہت ٹھوس اور مضبوط ہو۔ عیسائی ہونے کی حالت میں فی الحقیقت جس بنیاد پر میں قائم تھی وہ بہت سی باتوں کے متعلق ایک بے جان عقیدہ سے عبارت تھی۔ وہ باتیں میری سمجھ سے بالا تھیں اور ان کی وجہ سے مجھے اپنے فہم پر ایک بوجھ اور دباؤ سا محسوس ہوتا تھا اور ایک خلجان کی سی کیفیت ہمیشہ لاحق رہتی تھی۔ جب میں نسبتاً کم عمر کی تھی تو اس وقت ان عقائد کے بارہ میں جنہیں تسلیم کرنے اور جن پر یقین رکھنے کی تعلیم

دی جاتی تھی، میں لوگوں سے اکثر سوالات پوچھتی رہتی تھی۔ بہت سی باتیں تھیں جو میرے لئے الجھن اور پریشانی کا موجب بنی ہوئی تھیں۔ بالخصوص مسیح کی الوہیت کے بارہ میں دل میں سوالات اٹھ اٹھ کر مجھے پریشان کیا کرتے تھے۔ جو لوگ میرے سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرتے وہ بالآخر یہی کہہ کر مجھے خاموش کرا دیتے کہ بس تمہیں چاہیئے کہ تم اِس بات پر ایمان رکھو کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور اپنے گناہوں کو دھونے کے لئے اسے نجات دہندہ تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک واقف کار عورت سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ خبر اس کے لئے بہت بڑے صدمہ اور اچنبہ کا باعث تھی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اب میں عیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہوں۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کی صدمے اور استعجاب کی کیفیت دور ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا ـــــ "یقیناً یہ تو تم اب بھی محسوس کرتی ہوگی کہ مسیح کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ تمہیں اِس امر کی ضرورت کا اب بھی احساس ہوتا ہوگا کہ مسیح تمہارے گناہ بخشے اور تمہیں ضائع ہونے سے بچائے۔ اس کے بغیر تم کبھی بھی جنت میں داخل ہونے کی توقع نہیں کر سکتیں کیا تمہیں احساس ہے کہ تم نے کتنا بڑا اقدام اٹھایا ہے؟" میں نے اسے جواب دیا میں نے جو قدم اٹھایا ہے اس کی عظمت کا مجھے پورا احساس ہے لیکن میں اِس امر سے اتفاق نہیں کرتی کہ میں کسی اور شخص کی محتاج ہوں کہ وہ صلیب پر اس لئے جان دے کہ تا میں روحانی طور پر زندہ رہ سکوں۔

میرے نزدیک بنی نوع انسان کی نجات کا اِس عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی الوہیت اور اس کی صلیبی موت کے عقیدہ پر ایمان لائیں۔ ہمارے اپنے اعمال ہی ہمارے لئے نجات کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسلام میں میرے لئے سب سے بڑی کشش یہی ہے کہ یہ انسان کو صحیح راہ عمل سے آگاہ کرتا ہے اور پھر اس پر گامزن ہونے کی اہلیت سے بھی بہرہ ور فرماتا ہے۔ یہی اور صرف یہی وہ طریق ہے جس کی مدد سے ہم نجات یافتہ قرار پا سکتے ہیں۔ تمام دوسرے راستے ہمیں کسی منزل پر بھی تو نہیں پہنچاتے۔ وہ الجھنیں ہی پیدا کرتے ہیں اور بس۔"

(ڈی افریکن کریسنٹ"۔ بو، سیرالیون۔ بابت اکتوبر ۱۹۶۲ء)

دنیا کے خطرات اور تفکرات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایسے لوگ مومن کہلانے کے مستحق نہیں ہیں جو دنیا کے خطرات اور تفکرات میں ہی غرق ہوں اور خدا کا خانہ بالکل خالی پڑا رہے۔"

(حجۃ اللہ صہ ۲)

بچوں کا صفحہ

مسیح پاک علیہ السلام کی ایک نصیحت!

بچو! ہم تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نصیحت سُناتے ہیں حضورؑ نے یہ نصیحت ایک سکھ طالبِ علم کو کی تھی۔ اُس نے اِس پر عمل کیا اور فائدہ اٹھایا۔ وہ نصیحت بہت ہی قیمتی ہے۔ جس طرح اُس سکھ طالب علم نے اس سے فائدہ اٹھایا اسی طرح تم میں سے ہر بچہ اس نصیحت پر عمل کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سکھ طالب علم تھا۔ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ تھا تو وہ سکھ لیکن اسے حضورؑ سے بہت عقیدت تھی اور وہ حضورؑ کا بہت ادب کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے لاہور سے حضورؑ کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ پہلے تو مجھے خدا کی ہستی پر بڑا یقین تھا مگر کچھ عرصہ سے دل میں شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ خدا میرے اِن شبہات کو دُور فرما دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے کہلا بھیجا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی طالبِ علم ایسا ہے جو دہریہ ہے یعنی خدا کی ہستی پر ایمان نہیں رکھتا۔ اُس کا بُرا اثر تم پر پڑ رہا ہے۔ تم کلاس میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہو اُس جگہ کو بدل لو۔ چنانچہ اُس سکھ طالب علم نے اپنی سیٹ بدل لی اور ایک اور لڑکے کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا۔ اِس طرح کچھ دنوں کے بعد اُس کے خیالات کی خود بخود اصلاح ہو گئی اور خدا کی ہستی پر اُس کا یقین پھر پختہ ہو گیا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ بُرے ساتھی کی صحبت کا انسان پر بُرا اثر پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ خود بھی اپنے ساتھی کی طرح بُرا انسان بن جاتا ہے حضورؑ نے اُس سکھ طالب علم کو یہی نصیحت فرمائی تھی کہ وہ بُرے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دے۔ اُس نے اِس نصیحت پر عمل کیا اور خود بخود اُس کی اپنی اصلاح ہو گئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ ہم نیک لوگوں کی معیت اختیار کریں یعنی ہمیشہ نیک لوگوں کے ساتھ رہیں حکمت اِس حکم کی یہی ہے کہ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے اور ان کی صحبت میں رہنے سے ہم پر بھی اثر پڑے گا اور ہم خود بھی نیک بن جائیں گے۔

پس بُرے لڑکوں سے بچنا اور نیک اور اچھے بچوں کو ساتھی بنانا بہت ضروری ہے۔ یہی قرآن مجید کا حکم ہے اور یہی نصیحت حضورؑ نے بھی فرمائی ہے۔ احمدی بچوں کو چاہیئے کہ وہ بُرے ساتھیوں سے بچیں اور ہمیشہ اچھے اور نیک بچوں کو اپنا ساتھی بنائیں۔ تاکہ انہیں نیکیوں میں ترقی کرنے کی توفیق ملے۔ اور وہ

بڑے ہو کر دین کے خادم بن سکیں۔
اللہ تعالیٰ سب بچوں کو حضور علیہ السلام کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

خدا تعالیٰ کا لطف و کرم

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے ۔۔۔ وہ نعمت کونسی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے ۔۔۔ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے ۔۔۔ حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے
سنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے ۔۔۔ ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)

۱۹۶۳ء کے لئے مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کے ارکان

یکم جنوری ۱۹۶۳ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء تک ایک سال کے لئے مندرجہ ذیل احباب کو مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کا رکن مقرر کیا گیا ہے۔ مجالس انصار اللہ مطلع رہیں۔

دستخط (مرزا ناصر احمد)
صدر انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

اراکین خصوصی :-

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
۲۔ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
۳۔ محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب
۴۔ محترم سیّد ولی اللہ شاہ صاحب

دیگر اراکین

۱۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب	نائب صدر
۲۔ مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے	قائد عمومی
۳۔ مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ	قائد تعلیم
۴۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب	قائد ایثار
۵۔ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب	قائد ذہانت و صحت جسمانی
۶۔ مکرم پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصرؔ	قائد اصلاح وارشاد
۷۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب	قائد مال
۸۔ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب	قائد تجنید
۹۔ مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی	قائد اشاعت
۱۰۔ مکرم مولانا ابو العطاء صاحب	قائد تربیت
۱۱۔ مکرم صوفی غلام محمد صاحب	آڈیٹر

کوئٹہ و قلات ڈویژن کے ناظم اعلیٰ کا تقرّر

کوئٹہ و قلات ڈویژن کی مجالس انصار اللہ کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ صدر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے مکرم میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے ہری کشن لین کوئٹہ کا تقرر بطور ناظم اعلیٰ کوئٹہ و قلات ڈویژن ۳۱۔دسمبر ۱۹۶۴ء تک کے لئے منظور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ سابق سندھ و بلوچستان کیلئے مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر بدستور ناظم اعلیٰ رہیں گے۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

مجالس انصار اللہ بجٹ بھجوائیں

جملہ مجالس انصار اللہ کو دسمبر ۶۲ء کے شروع میں بجٹ فارم بھجوا دئے گئے تھے تاکہ انہیں پُر کر کے مرکز میں بھجوا دیا جائے۔ اور مرکز شروع سال سے ہی بجٹ کے مطابق وصولی کا انتظام کر سکے۔ لیکن ابھی تک بہت کم مجالس کی طرف سے بجٹ مکمل ہو کر آئے ہیں۔ عہدہ داران توجہ فرمائیں۔ اور اگر کسی مجلس میں بجٹ فارم نہ پہنچے ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ دوبارہ بھجوائے جا سکیں۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماہانہ رپورٹ کارگزاری

ماہانہ رپورٹ کارگزاری مجالس انصار اللہ بھجوانے کے لئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔ جن مجالس کے زعماء نے ابھی تک ماہ دسمبر کی رپورٹ مرکز میں نہیں بھجوائی ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس ماہ کی رپورٹ کارگزاری اپنی اوّلین فرصت میں مرکز میں بھجوائیں اور آئندہ کے لئے یہ انتظام فرمائیں کہ ہر ماہ کی دس تاریخ تک گزشتہ ماہ کی رپورٹ پہنچ جایا کرے۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنی کا مطلب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

'' خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے - ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھالیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں -

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے - دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں -

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے - اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود مع اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے مع اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے - ،،

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰، ۶۱)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -